THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Friday, June 24, 2011
(71st Session)
Volume IV, No.16
(Nos.16-16)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran ……………….	1
2.	Leave of absence…………………………...….	
3.	Point of Order regarding Ministries of Water and Power and Petroleum and Natural Resources……..	
4.	Point of Order regarding grant of honourarium to the employees of Senate Secretariat……………..	
5.	Legislative Business………………….	
6.	Discussion on the Presidential Address…………….	
7.	Privilege Motion moved by Senator Dr. Muhammad Ismail Buledi recarding uncalled behaviour of Ambassador and General Consular of UAE on his visit to Dubai.	
8.	Privilege Motion moved by Senator Haji Lashkari Raeesani regarding visit to Iran.	
9.	Points of Order	

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume -IV SP. IV (16)/2011
No.16 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Friday, June 24, 2011

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at fifty seven minutes past ten in the morning with Mr. Acting Chairman (Mr. Jan Muhammad Khan Jamali) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ مَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

ترجمہ: اور ان کا کہنا کچھ نہ تھا سوائے اس التجا کے کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہم سے ہونے والی زیادتیوں سے در گزر فرما اور ہمیں (اپنی راہ میں) ثابت قدم رکھ اور ہمیں کافروں پر غلبہ عطا فرما۔ پس اللہ نے انہیں دنیا کا بھی انعام عطا فرمایا اور آخرت کے بھی عمدہ اجر سے نوازا، اور اللہ (ان) نیکوکاروں سے پیار کرتا ہے (جو صرف اسی کو چاہتے ہیں)۔ اے ایمان والو! اگر تم نے کافروں کا کہا مانا تو وہ تمہیں الٹے پاؤں (کفر کی جانب) پھیر دیں گے پھر تم نقصان اٹھاتے ہوئے پلٹو گے۔ بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے، اور وہ سب سے بہتر مدد فرمانے والا ہے۔

سورۃ آل عمران آیات (147 تا 150)

T02-24Jun-2011 Er-11 Time 11.00 Mahboob Khan/Ed. Zafar Iqbal

جناب ڈپٹی چیئرمین: پہلے leave applications لے لیتے ہیں۔ جناب محمد اعظم خان سواتی ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 8 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: پروفیسر ساجد میر نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 17, 21 and 24 June کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جناب صابر علی بلوچ نے ذاتی مصروفیات کی بنیا پر مورخہ بائیس تا چوبیس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: محترمہ عافیہ ضیا صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۲۳ جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: محترمہ سبینہ رؤف صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر بائیس اور تئیس جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولانا محمد خان شیرانی صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 7, 14, 20 and 24 June کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جناب محمد کاظم خان نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ چوبیس جون کے لیے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جناب گل محمد لاٹ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ سترہ تا چوبیس جون اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: چوہدری شجاعت حسین صاحب مورخہ 6, 8, 10, 13, 15 and 22 June کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: آج قائد ایوان کی طبیعت بھی ناساز ہے اور انہوں نے بھی گزارش کی ہے کہ وہ نہیں ہوں گے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: وزراء کی طبیعت دو وجہ سے خراب ہے۔ ایک، جن کے لیے بجٹ میں وسائل دیے گئے ہیں، وہ خوشی سے بیمار ہیں اور جن کو وسائل نہیں ملے ان کو بد ہضمی ہو گئی ہے۔ اس وقت ان دو کیفیتوں سے وزراء صاحبان گزر رہے ہیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب والا! میری request ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: دس، پندرہ منٹ کا سرکاری legislative کام ہے وہ مکمل کر لیں پھر آپ کی بات ڈیڑھ گھنٹہ سنتے رہیں گے۔ بہر حال زاہد خان صاحب، آپ بڑے convincing ہیں، بات کر لیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جب اجلاس شروع ہوا تھا تو میں نے دو وزیروں کے لیے بات کی تھی، کل بھی بات کی تھی اور آپ نے کل کہا تھا کہ وہ آج جواب دینے کے لیے آئیں گے۔ ایک Minister for Petroleum اور دوسرے water and power کے منسٹر۔ ان دونوں چیزوں کے اس ملک میں crises ہیں، لوگ تباہ ہو رہے ہیں، ان کو بلا لیں اور ان کے سامنے points of order لیں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولا بخش سومرو! آپ کا ڈاکٹر عاصم حسین اور نوید قمر کے بارے میں کوئی رابطہ ہوا؟

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: پہلے میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اکثر مجھے مولا بخش سومرو کہتے ہیں۔۔

Mr. Deputy Chairman: Sorry, sorry.

پہلے سومرو صاحب ہمارے چیئرمین رہے ہیں تو آپ کو بھی ہم سومرو سمجھتے ہیں۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: مولا بخش سومرو میرے لیے کوئی اچھا نام نہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولا بخش چانڈیو صاحب۔ میں اپنی آسانی کے لیے آپ کو MBC بھی کہہ دیتا ہوں۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: آپ کے remarks پر تو بات نہیں کی جا سکتی لیکن آپ کو اپنے الفاظ کی قدر و قیمت کا پتا نہیں ہے، آپ مذاق میں بھی جو بات ہمیں پیار سے کہتے ہیں تو اس پر باہر کیسے تبصرے کیے جاتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں اس پر آپ سے معذرت کرتا ہوں۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: ہمارا تو کوئی تقدس نہیں، تقدس اس ایوان کا ہے لیکن میرے لیے بڑی مشکل ہو جاتی ہے۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کی بات صحیح ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ۔

سینیٹر ڈاکٹر سعیدہ اقبال: جناب والا! ہمارے ملازمین کو ایک honorarium ملتا ہے جو قومی اسمبلی کے ملازمین کو مل گیا ہے لیکن سینیٹ کے ملازمین کو نہیں ملا لہٰذا میری گزارش ہے کہ آپ ان کو بھی دلوا دیجیے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں آپ کی بات انشاء اللہ چیئرمین صاحب تک پہنچا دوں گا۔ وہ دفتر میں بیٹھے ہیں ان کی طبیعت تھوڑی ناساز ہے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: ان دو وزراء کو تو کسی کو کہہ کر بلا لیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولا بخش چانڈیو صاحب! ان دو وزراء کو بلا تو لیں، آگئے تو بسم اللہ، نہیں آئیں گے تو پھر ہم رولنگ دے دیں گے۔ اگر ہم pleasure or displeasure show کریں تو that has to be conveyed to the Honourable Prime Minister of Pakistan.

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب والا! سینیٹ کو وزراء کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: زاہد خان صاحب! آپ بھی سیاسی ہیں، میں بھی ہوں، کاش! direct election ہوتے تو ایوان بالا ان کو بتا دیتا کہ ہم کیا ہیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: اٹھارھویں ترمیم کے تحت وزراء پابند ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بالکل ٹھیک ہے۔ اب ہم اٹھارھویں ترمیم کے تحت ان کو بلائیں گے۔ مولا بخش سومرو صاحب---

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: جناب والا! مولا بخش چانڈیو--

Mr. Deputy Chairman: Sorry. I am sorry Moula Bakhsh Chandio.

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: جناب والا! ایک گزارش کرتا ہوں۔ میری سیاست کا جو آغاز ہے، میں ضیاء الحق کے دور میں جیلوں میں گیا ہوں۔ آپ ضیاء الحق کے دور کے وزیر کا نام میرے ساتھ بار بار لگا کر مجھے ذرا پریشان کر دیتے ہیں۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو۔

جناب چیئرمین: انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا۔ جب غلطی ہو جائے گی تو میں غلطی کی معافی مانگوں گا۔ اب Item No.2 move کریں۔

Senator Moula Bakhsh Chandio: Sir, I beg to lay before the Senate the Annual Report of the National Disaster Management Authority for the yeaar 2010.

Mr. Deputy Chairman: The report stands laid. Now. Moula Bakhsh, please move item No.4.

Fd by---

T03-24JUN2011 FAZAL\A. RAUF 11:10 UR7

Mr. Acting Chairman: Item No. 4. Moula Baksh *Sahib*.

Senator Moula Baksh Chandio, Minister for Law, Justice and Parliamentary Affairs: I beg to introduced the Bill further to amend the Delimitation of Constituencies Act, 1974 [The Delimitation of Constituencies (Amendment) Bill, 2011]

Mr. Acting Chairman: The Bill as introduced stands referred to the Standing Committee concerned.

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب چیئرمین! میرا ایک point of order ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: الیاس بلور صاحب! آپ سینیئر ممبر ہیں۔ Ministry of Food کے آخری ایام ہیں وفاق کے ساتھ وہ پھر صوبوں میں جا رہی ہے۔ سینیٹر اسرار اللہ خان زہری کہتے ہیں کہ میں پانچ دنوں کے بعد پھر بے محکمہ ہو جاؤں گا۔ Presidential Address پر دو تقریریں ہو جائیں۔ پھر ہم points of order پر ڈیڑھ گھنٹہ لگائیں گے۔ چلیں بول لیں۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب چیئرمین! میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس وقت ملک میں جو پیسے properties میں لگے ہوئے تھے وہ properties کے پیسے commodities میں لگ رہے ہیں۔ اس وقت جو پاکستان میں گندم کی export کی اجازت دی گئی ہے وہ دو لاکھ ٹن گندم کا وہی حال نہ ہو جیسے شوکت عزیز صاحب نے گندم 220 dollars per metric ton میں export کر کے اور پھر یوکرائن سے 570 میں منگوائی تھی۔ آج اس وقت پشاور میں گندم کا ریٹ 1050 روپے ہے۔ رمضان آنے والا ہے خدارا! رمضان کے بعد یہ غریب آدمی کے کھانے کی چیز ہے اور لوگوں کو بڑی مصیبت ہے۔ پرسوں میں بیٹھا ہوا تھا ان سے میں یہی بات کہہ رہا تھا۔ تو یہ کہہ رہے تھے کہ ایک لاکھ ٹن export ہوئی ہے لیکن ایک لاکھ ٹن نہیں بلکہ دو لاکھ ٹن سے بھی زیادہ exporters لے گئے ہیں اور وہ کراچی پر انہوں نے رکھا ہوا ہے کہ کوئی اچھا دام جہاں سے ملے۔ اس وقت ساری دنیا میں سوائے روس کے گندم کہیں بھی surplus نہیں ہے اور روس میں بھی 20 دن سے صرف میٹنگز ہو رہی ہیں۔ Internet پر آپ دیکھ سکتے ہیں کہ روس میں 20 دن سے یہ میٹنگز ہو رہی ہیں کہ کیا ہم گندم کو export کریں یا نہ کریں۔ تو وہ ابھی تک export نہیں کر رہے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ریٹ دینے کے لئے exporters نے مال لے لیا ہے۔ خدارا! اس export کی limit کو کچھ کم کر دیا جائے تو مارکیٹ میں اس کا ریٹ کم از کم اپنے level پر آئے گا۔ 900 روپے گورنمنٹ کا rate تھا، 825 روپے میں فروخت شروع ہوئی تھی اور آج گندم کا ریٹ پشاور میں 1050 روپے ہو چکا ہے۔ ایک مہینے کے بعد رمضان ہے اور رمضان میں ایک ایسی "ہو" ہو گی اس قوم کے لئے، اس ملک کے لئے، اس حکومت کے لئے، غریب عوام کے لئے اور ہمارے چھوٹے صوبوں کے لئے کہ پھر گندم نہیں ملے گی۔ پنجاب کے ساتھ بھی وہی حشر ہو گا۔ سارے ملک میں غریب عوام کو بہت سخت تکلیف ہو گی۔ چنے کی فصل گندم کے بعد آتی ہے۔ آپ کو پتا ہے آپ زمیندار لوگ ہیں۔ چنے کی فصل آنے سے پہلے جو ریٹ تھا۔ Stalkist نے مارکیٹ میں سے سارا چنا اٹھا لیا ہے۔ آج اس کا ریٹ ڈیڑھ گنا ہو گیا ہے۔ خدارا! یا تو ان Stalkist کو منع کروائیں یا گندم کی export کو کچھ کم کروائیں۔ میں آپ کی وساطت سے قوم کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس وقت گندم جو بہت مہنگی ہو چکی ہے اور یہ لوگوں کے لئے کھانا بہت مشکل ہو جائے گا۔ Thank you very much.

جناب قائم مقام چیئرمین: رحمت اللہ کاکڑ صاحب بھی اسی سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈووکیٹ: شکریہ۔ جناب چیئرمین! export کے حق میں تو ہم ہیں کہ export ہو، اچھی بات ہے لیکن not at the cost of our people. ایک وقت تھا کہ کابینہ میں ہمیں بھی کوئی سنتا تھا اس چیز کا اظہار وہاں پر بھی برملا ہوا کرتا تھا کہ export میں جو illegal smuggling افغانستان یا سنٹرل ایشیاء کے جو ہمسایہ ممالک کے لئے ہوتی ہے ان کو بھی ہمیں ذہن میں رکھنا ہوگا۔ Export plus smuggling اس کے بعد پھر ہماری اپنی جو ضروریات ہیں ان کو ہم پورا کر سکیں گے یا نہیں۔ امید ہے کہ اس بات کو دیکھا جائے گا۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: افغانستان کو چمن کے through جو مال جاتا تھا وہ smuggling بند ہوئی ہے۔ Officially export allowed ہے۔ Smuggling نہیں ہو رہی ہے لیکن export دونوں طرف سے ہو رہی ہے۔ اپنے عوام کے لئے کیا بچے گا؟

جناب قائم مقام چیئرمین: اسرار اللہ خان زہری صاحب! آپ کی وزارت devolve ہو رہی ہے؟

سینیٹر میر اسرار اللہ خان زہری (وزیر برائے خوراک و زراعت): جناب چیئرمین! میں آپ کو عرض کروں کہ جب میں active تھا اور department کو چلا رہا تھا اس وقت مجھے یہ کہا گیا کہ 3 million ton ہم نے export کرنی ہے۔ اس کے بعد کوئی limit نہیں دیا گیا تھا۔ ابھی میں نے پرسوں unofficially پوچھا تھا تو ابھی تک مختلف علاقوں سے 1.8 million ton export ہو چکا ہے۔ ابھی چونکہ یہ devolution کی بات آئی ہے اس کے بعد میرا اور department کا رابطہ تقریباً منقطع ہے، نہ منسٹری والے میری طرف آتے ہیں اور نہ میں ان کی طرف جاتا ہوں۔ صرف یہاں حاضری لگانے کے لئے آتے ہیں۔ اس کے بارے میں مزید devolution Committee کو پتا ہوگا کیونکہ وہ ان سے direct deal کر رہے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ اب اگلی کارروائی کر لیں پھر we will come to the points of order. Yes, Prof. Khurshid *Sahib*, please take the floor on Presidential Address. میر ولی محمد بادینی صاحب point of order پر ہیں۔ جی، پروفیسر صاحب۔

(آگے ٹی 04 پر جاری ہے)

T04-24JUN2011 UR2 SAIFI TIME 1120

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (عربی) شکریہ جناب چیئرمین! صدر محترم کے خطاب کے سلسلے میں میرے بہت سے ساتھیوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ میں سب تقاریر اپنے بائیکاٹ کی وجہ سے سن نہیں سکا لیکن جناب چیئرمین! میری کوشش ہوگی کہ نہایت ہی اختصار کے ساتھ جو ضروری امور ہیں ان کی طرف آپ کو متوجہ کروں۔ اس لیے کہ یہ ایک ایسا موقع ہے جب اس ایوان کے اراکین صدر صاحب کے ساتھ ساتھ حکومت کی پوری performance پر گفتگو کر سکتے ہیں۔ اس لیے یہ بڑا اہم موقع ہے اس لیے میں اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔

جناب والا! میں اپنی بات کا آغاز اس بات سے کروں گا کہ صدر صاحب کا یہ خطاب پارلیمنٹ میں ایک بڑے بدلے ہوئے ماحول میں ہوا، اسے ریکارڈ پر لانا بہت ضروری ہے۔ اس سے پہلے کے جو بھی ان کے خطاب تھے، اختلاف و اتفاق اپنی جگہ پر لیکن پارلیمنٹ نے بحیثیت مجموعی احترام کے ساتھ ان کی بات کو سنا۔ مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ اس موقع پر پارلیمنٹ کی بیشتر جماعتیں، بلکہ میں یہ کہوں گا کہ حکومت اور اس کے صرف دو اتحادیوں کو چھوڑ کر، باقی تمام جماعتوں نے اس خطاب کا بائیکاٹ کیا۔ سوا چار سو کے ہاؤس میں دو سو سے زیادہ افراد باہر گئے، ہم نے کوئی ایسی چیز نہیں کی جو پارلیمانی آداب کے خلاف ہو اس کے باوجود اپنا احتجاج ریکارڈ کروایا۔ یہ تقریر ایک مختلف ماحول میں ہوئی ہے اس لیے اس بات کو مد نظر رکھنا چاہیے۔

دوسری بات میں آپ کو یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے اس سے پہلے کے تمام خطابات کو ایک بار پھر refresh کیا اور ہر موقع پر ہم نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے لیکن میں دکھ سے یہ بات کہتا ہوں کہ اپنے content کے اعتبار سے، یہ سب سے زیادہ مفلس خطاب تھا۔ Poverty of thought and poverty on content مجھے اس میں ہر صفحے پر نظر آئی جو ہمارے لیے تکلیف دہ ہے۔ اس لیے کہ یہ ایک symbolic چیز ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ سال میں ایک بار پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے صدر صاحب جو اس وقت کے اہم issues ہیں ان کو highlight کریں لیکن اس سے آگے بڑھ کر آنے والے سال کے بارے میں حکومت کی پالیسیاں کیا ہوں، کیا قانون سازی کرائی جائے گی، کیا نئے initiatives لیے جائیں گے اس کو بیان کیا جائے گا۔ صدر کے خطاب کے معنی، صدر کی ذاتی رائے کا اظہار نہیں وہ حکومت کا symbol ہوتا ہے اور حکومت ہی اس کی تقریر کو تیار کرتی ہے۔ اس تقریر میں جو چیزیں بیان کی جاتی ہیں جیسے

میں نے عرض کیا کہ وہ یہ تینوں ہوتی ہیں۔ اس خطاب میں ان تینوں کے اعتبار سے میں نے اس کو بہت ہی poor پایا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ عوام کے بنیادی مسائل کا کوئی ذکر اس میں موجود نہیں ہے۔ کیا قانون سازی کی جانی ہے کوئی ذکر نہیں ہے۔ خارجہ پالیسی اور خارجہ پالیسی میں بھی سب سے اہم مسئلہ جس نے اس پورے زمانے، پوری قوم کو ہلا کر رکھ دیا ہے وہ ہمارے معاملات میں امریکہ کی مداخلت ہے۔ So called war on terrorism کے نتائج، ابھی جو PUE کا سروے آیا ہے اور یہ سروے واحد نہیں ہے بلکہ جتنے بھی سروے ہوئے ان میں آپ مسلسل ایک trend دیکھیں گے کہ تقریباً نوے فیصدی افراد امریکہ کی war on terror کو اپنی جنگ نہیں سمجھتے، اسے نقصان دہ سمجھتے ہیں، امریکہ اور انڈیا کو پاکستان کا سب سے relevant اہم دشمن، سروے میں لفظ enemy استعمال ہوا ہے، قرار دیتے ہیں۔ آپ عوام کی نمائندگی کی بات کرتے ہیں لیکن عوام کے جذبات، اس کی کوئی عکاسی نہ آپ کی پالیسی میں ہے، نہ ہی اس پالیسی بیان میں ہے۔

اس کے ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ پارلیمنٹ نے دو مواقع 22 اکتوبر 2008 اور 14 May 2011 پر بہت صاف الفاظ میں اس جنگ کے بارے میں، امریکہ سے تعلقات کے بارے میں، ڈرون حملوں کے بارے میں، امریکی ایجنسیوں کی مداخلت کے بارے میں اپنا attitude صاف دے دیا ہے لیکن اس خطاب میں کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ حتیٰ کہ ڈرون حملے اور ریمنڈ ڈیوس کا جو معاملہ تھا، اس تک کا ذکر نہیں ہے۔ اس لیے میں نے کہا ہے کہ یہ poverty of content کے اعتبار سے میں نے اس سے زیادہ کمزور تقریر کسی بھی صدر کی بشمول ان کے، ان کی دو تقاریر نسبتاً بہتر تھیں لیکن یہ تقریر بڑی مایوس کن ہے۔

جناب والا! میں آپ سے یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ صدر صاحب نے جس background میں قوم سے خطاب کیا ہے اس میں یہ بات سامنے رکھنی چاہیے تھی کہ پیپلز پارٹی کی support پالیسی کی ساری ناکامیوں کے باوجود 22 and 20 فیصدی کے لگ بھگ ہے۔ جو ایک بہت کم support ہے۔ اس میں صدر صاحب کی rating صرف گیارہ ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ بارہ فیصد نے کہا ہے کہ امریکہ کی پالیسیاں ٹھیک ہیں اور گیارہ فیصد نے کہا ہے ہم تائید کرتے ہیں، ہم اعتماد کرتے ہیں زرداری صاحب پر۔ اتنے low profile پر یہ بات کی گئی ہے لہٰذا اس کو میں ریکارڈ پر لانا ضروری سمجھتا ہوں۔ اگلی بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں جو میری نگاہ میں بے حد اہم ہے، وہ یہ ہے کہ جناب آصف علی زرداری صاحب مسلسل صدارت کے عہدے کی بے توقیری کر رہے ہیں۔ مسئلہ ذات کا نہیں، مسئلہ ادارے کا ہے، مسئلہ قانون کا ہے۔ ہم شروع سے یہ بات کہہ رہے ہیں کہ جب وہ صدر منتخب ہو گئے تو اسکے بعد انہیں symbol of federation

ہونا چاہیے۔ میں نے ان کو ووٹ نہیں دیا تھا لیکن جب وہ منتخب ہوگئے تو ہم نے ان کو مبارکباد بھی دی، تعاون کا یقین بھی دلایا۔ جیسے میں نے عرض کیا جس معاملے بھی ہم نے ان کی رائے سے حکومت سے اتفاق کیا ہے۔ ہم نے محض اپوزیشن برائے اپوزیشن نہیں کی ہم نے اس کی تائید کی ہے لیکن مجھے یہ کہتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ انہوں نے سیاسی عہدہ پارٹی کی سربراہی ساتھ رکھ کر، ایوان صدر کو بھی اور صدارت کے عہدے کو misuse کیا ہے اور مسلسل کر رہے ہیں۔ حتیٰ کی لاہور ہائی کورٹ کی judgment کے بعد شاید ایوان صدر کے کھلے استعمال میں کچھ فرق پڑا ہو لیکن جو تقاریر وہ کر رہے ہیں اس میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا، ہم سمجھنے سے قاصر ہیں کہ وہ صدر کی حیثیت سے بول رہے ہیں، پارٹی سربراہ کی حیثیت سے بول رہے ہیں یا سندھ کے کسی خاص مقام کے ایک نمائندے کی حیثیت سے بول رہے ہیں۔ یہ بڑا نازک مسئلہ ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس کو on record لاؤں کہ یہ misuse of office of the President ہے۔ بات صرف اتنی نہیں، انہوں نے اس تقریر میں احسان جتایا ہے کہ مجھے جو اختیارات تھے وہ دے دیئے اور تاریخ میں آج تک کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ مجھے پتا نہیں انہوں نے کون سی تاریخ پڑھی ہے۔ اگر آپ بادشاہت کے خلاف تاریخ کا مطالعہ کریں، جمہوری قوتوں کے ظہور اور ترقی کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ دنیا کے ہر ملک میں، ہر پلیٹ فارم پر اصحاب اقتدار کو اپنے اختیارات سے دست کش ہونا پڑا ہے جس کے وہ مستحق نہیں تھے۔ کچھ نے اسے برضا و رغبت کر لیا اور کچھ نے مجبور ہو کر کیا، اس کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے میں ان کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جس مینڈیٹ پر 2008 کے انتخابات ہوئے اس میں سب پارٹیوں نے، بشمول پیپلز پارٹی اس بات کا واضح اعلان کیا تھا کہ 1973 کا دستور جیسا کہ وہ 1999 میں تھا، چند ترامیم کے ساتھ ہمارا منشور ہے۔ دوسرے الفاظ میں جو distortion دستور میں کیا گیا تھا اس کو rectify کرنا اس مینڈیٹ کا حصہ تھا۔ یہ کوئی آپ نے ہم پر احسان نہیں کیا ہے یہ عوام کا مطالبہ تھا بلکہ اس میں آپ نے تاخیر کی ہے۔ اٹھارھویں ترمیم کی ہم نے تائید اسی لیے کی، میں ایک بار پھر میاں رضا ربانی صاحب کو tribute پیش کروں گا جن کی قیادت میں، اتفاق رائے کے ساتھ دستوری ترامیم لاسکے۔

جناب والا! مجھے کہنے کی اجازت دیجیئے کہ اٹھارھویں ترمیم کے قبول کئے جانے کے بعد اس کی سب سے زیادہ خلاف ورزی اگر کسی نے کی ہے تو وہ صدر مملکت ہے۔ ایک طرف وہ یہاں پر آکر ہمیں احسان جتاتے ہیں کہ میں نے اختیارات منتقل کر دیئے ہیں۔ دوسری طرف کیا عملاً کوئی چیز منتقل ہوئی ہے۔ میں نے 1947 سے لے کر اب تک جو بھی صدر رہے، حتیٰ کہ وہ بھی جب صدراتی نظام تھا اس کا موازانہ کیا ہے لیکن جتنے بیرونی دورے ان صدر صاحب نے کئے ہیں کسی اور نے نہیں کئے کیوں؟ وہ symbol ہیں، وہ پالیسی بنانے

والے نہیں، وہ چیف ایگزیکٹو نہیں ہیں، یہ ان کا کام نہیں ہے کہ وہ economic negotiation کریں، یہ ان کا کام نہیں ہے کہ فارن پالیسی بیان کریں، یہ ان کا کام نہیں ہے کہ بیرونی ممالک کی فوج کے سربراہوں سے، وزیر خارجہ سے مل کر معاملات طے کریں، یہ ان کا کام نہیں ہے کہ وہ summit meetings جہاں پر چیف ایگزیکٹو کو ہونا چاہیے وہ جائیں۔ آپ دیکھیں کہ وہ مسلسل misuse of power کر رہے ہیں۔ 18th Amendment پر جسے پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر منظور کیا ہے، جس کی assent انہوں نے دی ہے لیکن اس پر عمل وہ نہیں کر رہے۔ یہ ایک بہت بڑا ستم ہے، یہ دستور کی خلاف ورزی ہے، یہ مینڈیٹ کی خلاف ورزی ہے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ احسان جتاتے ہیں تو میں اس کے خلاف اور کیا کہہ سکتا ہوں

کہ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

جناب والا! میرا اگلا نکتہ governance کے متعلق ہے۔ مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ جتنی خراب governance اتنے تین سالوں میں اس حکومت نے کی ہے۔ ہمارے برے سے برے دور میں بھی اس سے بہتر حالات تھے۔ دکھ صرف اس بات کا ہوتا ہے کہ اس کا کسی کو کوئی احساس نہیں۔ ہر طرف سے لوگ پکار رہے ہیں، ابھی جو سروے ہوا جس کا میں نے ذکر کیا اس کا بڑا اہم پہلو یہ ہے کہ جب لوگوں سے پوچھا گیا کہ کیا حکومت کی direction صحیح ہے تو 92% نے کہا کہ غلط ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کی معاشی حالت بہتر ہوئی ہے یا خراب ہوئی ہے۔ 85% نے کہا خراب ہوئی ہے۔ جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ اگلے ایک سال میں ان تجربات کی روشنی میں آپ کا کیا اندازہ ہے کیا ہوگا؟ 80% نے یہ کہا کہ حالات خراب ہوں گے۔ آپ دیکھیئے کہ سپریم کورٹ، کتنے تحمل سے بار بار موقع دے رہی ہے لیکن حکومت کا ایک ہی رویہ ہے میں نہ مانوں، میں نہ مانوں اور جب مجبور ہوتے ہیں تو وہی جوتے اور پیاز والا معاملہ ہوتا ہے۔ جناب والا! Governance جتنی خراب اس وقت ہے اس کا اظہار کرتے ہوئے بھی دکھ ہوتا ہے۔ اس کے خطرات جیسے میں existential threat پاکستان کے لیے کہوں گا یہ اس مقام تک پہنچ رہی ہیں۔ خدا کے لیے ہوش کے ناخن لیجیئے۔

جناب والا! اس کے بعد یہ کہنے کی بھی جسارت کروں گا کہ صدر صاحب کا رویہ خاص طور پر ان کی تقاریر اور وہ تقاریر جو انہوں نے unscrupulously کی ہیں، خاص طور پر مختصر برسوں کے مواقع پر، سالگرہوں کے مواقع پر ان کی زبان، ان کا انداز، ان کے content ان میں جو دوسروں کے لیے تحقیر، تذلیل کا راستہ اختیار کیا گیا ہے یہ تمام چیزیں وہ ہیں جو اس حکومت کے لیے liability ہے، ہمارے لیے افسوس کا مقام ہے۔ اس سے پارلیمنٹ کی اور ملک کی عزت بڑھ نہیں رہی کم ہو رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں پر میں وکی

لیکس کا حوالہ دوں۔ جس کو کہتے ہوئے مجھے دکھ ہوتا ہے کہ ہماری قیادت کی تصویر ہمارے سامنے آتی ہے اس سے ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔ دوغلی باتیں، publicly کچھ کہنا، دوسرے سفارتکاروں سے کچھ اور بات کہنا۔ یہ کہنا کہ تم حملے کئے جاؤ ہم احتجاج کرتے رہیں گے۔ اس کے بعد جو کیفیت نظر آتی ہے کہ آپ اپنے اقتدار کو طول دینے کی بجائے بیرونی قوتوں پر انحصار کرتے ہیں۔

T05-24JUN2011 SAIFI/ ED Altaf Shaikh 11:30 A.M. ER12

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: (جاری----) آپ اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے عوام اور اپنے اداروں پر انحصار کی بجائے بیرونی قوتوں پر انحصار کرتے ہیں، ان سے اقتدار کی بھیک مانگتے ہیں۔ یہ کیا صورتحال ہے اور اس کا نتیجہ کیا ہے۔ ابھی جو Wikileaks کے تازہ انکشافات آئے ہیں، ان میں British Chief of Staff and British diplomats نے امریکی diplomats کو ہمارے صدر کے بارے میں جو الفاظ کہے ہیں میں ان کو دہرانے میں بھی تکلیف محسوس کرتا ہوں۔ اخبارات میں وہ آچکے ہیں کہ انہوں نے کن القابات میں ان کو نوازا ہے۔ جناب والا! یہ پاکستان کی عزت کا مسئلہ ہے۔

اگلا نکتہ جناب والا! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس وقت عوام کو جو پانچ بڑے مسائل درپیش ہیں، ان میں سب سے پہلا مسئلہ دہشت گردی ہے، امن و امان کا فقدان ہے، جان و مال کے تحفظ کا مفقود ہونا ہے اور surveys میں بھی اسی کو نمبر دو پر کہا گیا ہے جبکہ نمبر ایک پر جو survey میں آیا ہے وہ inflation ہے اور حقیقت یہ ہے کہ inflation جتنا اس دور میں بڑھا وہ ایک طرف ہے اگر آپ ملک کی معاشی ترقی کا جائزہ لیں تو 1950s, 1960s میں ہمارا average rate 6% to 7% تھا۔ 70s, 80s, 90s میں یہ 5% اور 6% کے درمیان تھا لیکن ان چار سالوں 2.4% رہا اور اس میں بھی figures کی jugglery ہے۔ جو حقیقی rate ہے وہ hardly 1% ہے۔ دوسری طرف inflation کا کیا حال ہے۔ صرف ان ساڑھے تین سالوں میں average inflation 60% زیادہ ہوا ہے۔ Food inflation 90% سے زیادہ ہوا۔ Electricity tariff 70% بڑھا ہے۔ تنخواہوں کی کیا position ہے، آمدنی کی کیا کیفیت ہے؟ اس کو بھی آپ جو تازہ ترین survey ہے، خاص طور پر World Bank کی report یہ کہتی ہے کہ پچھلے تین سالوں میں آبادی کے تقریباً ڈھائی کروڑ افراد جو پہلے ساڑھے چار کروڑ already minimum poverty line ایک ڈالر سے نیچے تھے، ڈھائی کروڑ مزید poverty line کے نیچے چلے گئے ہیں۔ یہ ہے معیشت کا حال، یہ ہے inflation کا حال۔ Unemployment, corruption یہ اصل issues ہیں لیکن ان کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ سپریم کورٹ کی روزانہ کی کارروائی پڑھ کر انسان سر پکڑ کر

بیٹھ جاتا ہے کہ سپریم کورٹ چلا رہی ہے، کرپٹ لوگوں کو promotion دیا جا رہا ہے۔ cronies کو اہم مقامات پر لایا جا رہا ہے۔ جو اچھا کام کرتے ہیں انہیں ہٹایا جاتا ہے۔ اربوں کے سیکنڈل ہر field میں ہو رہے ہیں۔ حتیٰ کہ وزرا کے accounts میں کروڑوں روپیہ آتا ہے واپس کیا جاتا ہے لیکن وزیر وہیں کے وہیں رہتے ہیں۔ جناب والا! میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ عوامی مسائل lack of governance, bad governance اور اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا، ملک غریب نہیں، پاکستان غریب نہیں، وسائل ہمارے پاس ہیں لیکن ان وسائل کا غلط استعمال، کرپشن، ذاتی مفادات کے لیے استعمال کرنا، پالیسی کا فقدان اصل مسئلہ یہ ہے۔

جناب والا! اگلا مسئلہ میں یہ کہوں گا کہ جس طرح ہم نے حاکمیت اور آزادی پر compromise کیا وہ ہولناک ہے، وہ شرمناک ہے اور وہ خطرناک ہے۔ امریکہ micro management کا کام انجام دے رہا ہے، ایک ایک چیز پر threat کر رہا ہے کل کے ہی تین بیانات دیکھیں، اوباما صاحب کیا کہتے ہیں، safe heaven would not be tolerated وہ کون ہوتے ہیں پاکستان کے بارے میں بات کرنے والے۔ toleration کریں یا نہ کریں یہ ہمارا مسئلہ ہے۔ رہا مسئلہ terrorist کا safe heaven کے لیے تو میں کہنا چاہتا ہوں کہ terrorist کی سب سے بڑی safe heaven امریکہ ہے۔ میں اپنے الفاظ میں نہیں کہہ رہا 1984 کا International Court of Justice Hague کا فیصلہ موجود ہے جس میں انہوں نے یہ بات کہی کہ کیوبا، نکاراگوا اور لاطینی امریکہ کے کئی ممالک میں دہشت گردی ہو رہی ہے اور وہ سب امریکہ سے ہو رہی ہے۔ Known افراد ہیں جنہیں سی آئی اے support کر رہی ہے۔ کل ہی سی آئی اے چیف کا یہ بیان آیا ہے کہ دنیا کے بہت ممالک بشمول پاکستان میں ہم اپنے covert operation کر رہے ہیں۔ Terrorist کو پناہ دینے والا کون ہے پھر اس سے بڑھ کر میں یہ کہوں گا کہ terrorism نتیجہ ہے ان پالیسیوں کا جو امریکہ روا رکھے ہوئے ہے۔ اس کا اصل source of terrorism امریکہ ہے۔ جب تک امریکہ کی پالیسیاں نہیں بدلتیں، امریکہ کا دوغلاپن نہیں بدلتا، جب تک فلسطین اور کشمیر کے مسائل انصاف و حق کے مطابق طے نہیں ہوتے، جب تک world resources جن کو super power اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہی ہے، جن کو belong کرتی ہے ان کو حق نہیں ملتا terrorism ختم نہیں ہو سکتا۔ Terrorism کی اصل وجہ امریکہ ہے، ہم نہیں۔ لیکن کہا جا رہا ہے کہ War theatre اب افغانستان سے پاکستان آ رہا ہے۔ جناب والا! یہ بہت اہم warning ہے۔ اوباما کی تقریر، ہیلری کلنٹن کی تقریر، رابرٹ گیٹس کی تقریر تینوں کا آپ موازنہ کر لیجیئے، صاف نظر آ رہا ہے کہ امریکہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ اب پاکستان کو ٹارگٹ کرنا ہے، ہمیں دھمکیاں دی جا رہی ہیں کہ حکم مانو ورنہ aid روک دیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ aid نہ دیں، یہ ہم پر احسان ہوگا۔ اس war on

terror میں حکومت کے اندازے کے مطابق 69 بلین ڈالر کا اب تک نقصان ہو چکا ہے۔ ہر سال ساڑھے تین سو ارب روپے کا نقصان ہمیں ہو رہا ہے اور یہ ہر سال بڑھ رہا ہے۔ خدا کے لیے اس جنگ سے نکلیے، اپنے معاملات خود طے کیجیئے۔ دہشت گردی کی کوئی حمایت نہیں کرتا، لیکن دہشت گردی کو روکنے کا جو طریقہ ہے وہ یہ نہیں ہے، اگر دس سال کے تجربات سے بھی آپ کی آنکھیں نہیں کھلی تو آپ کو اور کیا ضرب چاہیے، کیا چیز ہے جو آپ کی آنکھیں کھول سکتی ہیں۔ میں صاف طور پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ امریکہ کی غلامی، امریکہ سے re-engage کرنا renegotiate کرنا جیسے پارلیمنٹ نے کہا ہے یہ وقت کی ضرورت ہے۔ ہم کسی سے بھی نہیں کہتے کہ آپ لڑیے، یہ غلط بات کہی جاتی ہے کہ امریکہ سے تعلقات کو renegotiate کرنے کے معنی یہ نہیں کہ اس میں تسلسل اختیار کیا جائے۔ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ ہم اپنے قومی مفادات کی روشنی میں، اپنے معاملات کو صحیح کریں اور بالکل ٹھیک ہے جو aid آرہی ہے خدا کے لیے اس کو نہ لیجیئے۔ یہ aid نہیں ہے یہ مصیبت ہے، اس نے ہماری معیشت کو تباہ کر دیا ہے۔ ہمیں self reliance کی طرف جانا ہے یہی واحد راستہ ہے اور اس کے لیے امریکہ کی غلامی اور محکومی سے نجات ضروری ہے۔

جناب والا! میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ چار major deficits ہیں جو اس وقت ہمارے سامنے آتے ہیں اور بجٹ نے اس کو ظاہر کر دیا ہے کہ چوتھے سال بھی حکومت pro growth, pro poor بجٹ لانے میں مکمل طور پر ناکام رہی ہے، اس کا analyses کے expenditure کے بارے میں، ریونیو کے بارے میں غلط ہے۔ کل ہی آپ نے دیکھا ہے جو supplementary grants دی ہیں۔ 387 بلین روپے، یعنی پورے بجٹ کا 20% انہوں نے over spent کیا ہے ---- جاری ہے ----

Azhar/Sial ur1 t06-24jun2011

10.40

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: (جاری) یعنی پورے بجٹ کا 20% over انہوں نے اور spend کیا ہے۔ میں صدر صاحب، وزیر اعظم صاحب کو یاد دلاؤں کہ گزشتہ تقریر میں انہوں نے یہ اعلان کیا تھا کہ اخراجات کو ہم کم کریں گے اور وزیر اعظم نے figure بھی دے دی کہ تیس فیصد ہم کم کریں گے۔ تیس فیصد کم نہیں کیے ہیں، 20% بڑھ گئے ہیں۔ آپ خیال کیجیے کہ صرف صدر کے بیرونی ممالک کے دوروں پر چار سو ملین روپے اور وزیر اعظم صاحب کے دوروں پر ایک اعشاریہ دو بلین روپے خرچ ہوئے ہیں۔ فارن آفس کا سارا بجٹ ایک طرف اور ان دونوں بزرگوں کے بیرونی سفر ایک طرف ہیں۔ یہ آپ کا حال ہے۔ آپ اس ملک کو کہاں لے جارہے

ہیں۔ یہ totally failure ہے، مکمل طور پر ناکام ہے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ یہ ملک چار major deficit میں مبتلا ہے۔ سب سے پہلا legitimacy deficit ہے۔ یہاں mandate اور منشور کی بات کی جاتی ہے لیکن جناب والا! میں پورے ادب سے عرض کروں گا کہ عوام نے اگر پانچ سال کا موقع دیا ہے تو وہ good governance کے لیے ہے، وہ منشور پر عمل کرنے کے لیے ہے، کرپشن سے نجات دلانے کے لیے ہے، معاشی ترقی کے لیے ہے، وہ معاملات کو درست کرنے کے لیے ہے اور اگر حکومت اس mandate کو قدم قدم پر violate کر رہی ہے تو پانچ سال کی کوئی security نہیں ہے۔ میں پوری ذمے داری کے ساتھ آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ ۱۹۴۵ء سے ۲۰۰۰ء تک برطانیہ میں سات مواقع ایسے آئے ہیں کہ جن میں پارلیمنٹ نے اپنی چار سال کی مدت پوری نہیں کی، اس سے پہلے الیکشن ہوا اور عوام کو نیا mandate دینے کا موقع دیا گیا۔ ہندوستان کا نام ہم بار بار لیتے ہیں۔ Kaul اٹھا کر دیکھ لیجیے۔ اس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ اب تک گیارہ مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ ہندوستان کی پارلیمنٹ دو یا اڑھائی سال کے بعد dissolve کر دی گئی ہے اور عوام سے نیا mandate لیا گیا ہے۔ اس کو sanctity حاصل نہیں۔ اگر آپ confidence lose کر چکے ہیں، اگر لوگوں میں سے صرف گیارہ فیصد لوگ آپ کو قابل اعتماد سمجھ رہے ہیں تو پھر کیا ضرورت ہے کہ ہم legitimacy کی بات کریں۔

جناب والا! دوسرے نمبر پر credibility ہے۔ ہم کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ کسی بات کا اعتبار نہیں ہے۔ وزیر داخلہ صاحب ہر روز اعلان کرتے ہیں کہ اب کراچی کے معاملات طے ہو گئے ہیں۔ سب کچھ حل ہو گیا ہے۔ Core Committee مل گئی۔ اگلے دن کیا ہوتا ہے؟ وہی target killing ہوتی ہے۔ بلوچستان میں کیا ہو رہا ہے "آغاز حقوق بلوچستان'' کا آپ نے آغاز کیا لیکن عجیب معاملہ ہے کہ اس کا آغاز ہو کے ہی نہیں دیتا۔ وہیں کا وہیں ہے۔ روز مسائل بڑھ رہے ہیں، زیادہ گھمبیر ہو رہے ہیں۔ پورے ملک کا یہی حال ہے۔ میں یہ بات صاف کہنا چاہتا ہوں کہ credibility باقی نہیں رہی ہے اور credibility میں بڑی اہم چیز یہ بھی ہوتی ہے کہ accountability ہو۔ Accountability موجود نہیں ہے اور اس تقریر میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ہم across the board accountability چاہتے ہیں اور پارلیمنٹ کے سامنے قانون موجود ہے لیکن یہ بھول گئے کہ قانون کے اس مسودے کو اڑھائی سال ہو گئے ہیں اور آج تک اسے قانون کا مقام نہیں دیا گیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس میں وہ provisions جن کی بناء پر فی الحقیقت across the board accountability ہو، وہ impartial ہو، اس کے تمام معاملات transparent ہوں، حکومت اس کے لیے تیار نہیں ہے۔ نیب موجود ہے۔ سپریم کورٹ ہر روز warning دے رہی ہے اور ابھی پرسوں انہوں نے کہا ہے کہ ایک مہینے کے

اندر اندر اس کا چیئرمین بناؤ، ورنہ نیب ختم ہو جائے گا۔ یہ accountability کا حال ہے۔ اس لیے میں صاف کہنا چاہتا ہوں کہ legitimacy نہیں ہے، credibility نہیں ہے، integrity نہیں ہے۔ جس بھروسے پر، جس کو لانا چاہتے ہیں، لاتے ہیں۔ تمام سروسز کو pollute کر دیا ہے۔ کسی کے لیے qualification, merit نہیں ہے۔ پی آئی اے کو دیکھ لیجیے۔ سٹیل ملز کو دیکھ لیجیے۔ او جی ڈی سی ایل کو دیکھ لیجیے۔ کسی بھی ادارے کو دیکھ لیجیے۔ ہر جگہ میرٹ کی بجائے colonialism ہے، اپنوں کو لانا، اوپر سے نیچے تک ہے۔ یہ تباہی کا راستہ ہے، یہ ملک کی تعمیر کا راستہ نہیں ہے۔ اس لیے میں کہنا چاہتا ہوں کہ integrity, deficit, legitimacy, credibility ہونی چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ capacity building ہونی چاہیے۔ جس نااہلیت کا مظاہرہ اس حکومت نے کیا ہے، صرف آپ بجلی کو لے لیجیے، ساڑھے تین سال ہو گئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بجلی کا بحران بڑھ رہا ہے، کم نہیں ہو رہا۔ گیس کا بحران بڑھ رہا ہے، کم نہیں ہو رہا۔ آخر کیوں؟ جو کچھ کیا جا سکتا ہے، وہ نہیں کیا جاتا۔ آپ کو معلوم ہے کہ تقریباً اٹھارہ انیس ہزار میگاووٹ بجلی کی capacity ہمارے پاس موجود ہے لیکن ہماری production کیا ہے؟ دس ہزار، گیارہ ہزار، بارہ ہزار۔ تقریباً تین ہزار وہ ہے جس کی installation کو مزید activate کر کے crunch, کو relieve کر کے آپ operation کر سکتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں ختم کر رہا ہوں۔ Leakages پر سب کو اعتراض ہے۔ دنیا میں کہیں پانچ، سات فیصد کی leakage نہیں ہوتی۔ اس ملک تیس اور چونتیس فیصد leakage ہے۔ جو چیزیں immediately کی جا سکتی ہیں، انہیں نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے میں صاف کہنا چاہتا ہوں کہ چودہ جو deficit ہے، وہ capital deficit ہے۔ ان سب کا حاصل کیا ہے؟ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ mandate ختم ہو چکا ہے۔ Governance دیگر گوں ہے۔ کرپشن ہر طرف موجود ہے۔ ان حالات میں اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے کہ جمہوری نظام کو بچانے کے لیے جمہور کی طرف جایا جائے۔ ان سے نیا mandate لیا جائے اور انہیں موقع دیا جائے کہ وہ اپنی آزاد رائے کے استعمال سے دیانتدار، باصلاحیت قیادت کو بروئے کار لائیں تاکہ ملک اس دلدل سے نکل سکے۔ یہ ہے جناب والا! حالات کا تجزیہ اور اس سے نکلنے کا راستہ۔ وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ پروفیسر خورشید صاحب۔ سینیٹر اسحاق ڈار صاحب please take the floor. مولا بخش صاحب نے اسے conclude بھی کرنا ہے۔ وقت کا خیال رکھیں۔ آج جمعہ بھی ہے۔ اسلامی ریپبلک آف پاکستان میں نماز جمعہ لازمی پڑھتے ہیں۔ خواتین کے لیے بھی ادھر نماز کی جگہ ہے۔ جی۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: شکریہ چیئرمین صاحب! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ میں مشکور ہوں کہ آپ مجھے موقع عطا کر رہے ہیں کہ میں بائیس مارچ ۲۰۱۱ء کو ہونے والے صدارتی خطاب پر اپنے خیالات آپ سے share کروں۔ اس حوالے سے میں یہاں سے شروع کروں گا۔ پروفیسر صاحب کی باتوں کو میں repeat نہیں کرتا۔ Basically صدارتی خطاب کا جو main focus ہےوہ review اور future direction ہوتا ہے کہ اب تک آپ نے کیا کیا، کیا اہداف تھے۔ آپ کس طرف جا رہے ہیں۔ آپ نے plan کیا کیا تھا اور ختم کیا ہوا۔ بات performance, results and future road map کی ہے کہ ہم کس طرف جائیں گے۔ صدر صاحب نے اس میں مختلف جگہ پر، مختلف چیزوں کو touch کیا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس پر سب سے ضروری چیزوں کا ذکر کروں گا کیونکہ جمعہ بھی ہے، ٹائم کی limitation بھی ہے اور آپ کے فرمان کے مطابق آج وزیر قانون صاحب نے اسے wind up بھی کرنا ہے۔ I will try to remain very focused and within the strict parameters اس وقت پاکستان میں ہمارا سب سے بڑا مسئلہ، جس کی وجہ سے ہماری اکانومی، ہمارے لوگ، ہمارے بہن بھائی، ہمارا ملک suffer کر رہا ہے، وہ growing militancy اور extremism ہے، اس حوالے سے مشترکہ اجلاس دونوں ایوانوں کے میں، جو اکتوبر ۲۰۰۸ء میں ہوا، جس کا ذکر پروفیسر صاحب نے بھی کیا اور جس کے نتیجے میں یہاں رضا ربانی صاحب کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنی اور اس میں، میں نے بھی اپنی پارٹی کی نمائندگی کی، پروفیسر صاحب بھی اس میں تھے اور ہیں۔ کاش اپریل ۲۰۰۹ء کی recommendation پر ہم کچھ عمل کر لیتے تو شاید یہ پوزیشن نہ ہوتی۔ اگر ہم نے ایک اچھی تقریر ہی لکھنی ہے یا لکھوانی ہے اور اسے کرنا ہے تو یہ آسان کام ہے۔ At the end of the day, it is the tangible result which people would like to see and it is to be best for the nation that we should see ہم نے کیا achieve کیا ہے؟ بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے، اس میں سے one of the core recommendation اپریل ۲۰۰۹ء کی، پارلیمانی کمیٹی اور نیشنل سیکورٹی کمیٹی کی یہ تھی کہ حالات ایسے ہو چکے ہیں، یہ ground realities demand کرتی ہیں کہ آپ honesty کے ساتھ فارن پالیسی

کو revisit کریں۔ اس میں بھی میں جناب کی توجہ دلانا چاہوں گا کہ صفحہ سات پر جناب صدر فرماتے ہیں کہ Pakistan foreign policy is aimed at number one advancing our National Security, number 2, promoting peace and economic agenda, number 3, while safeguarding national dignity, sovereignty and independence we seek trade and not aid. دو مئی کو جو ہمارے ساتھ ہوا، اس وقت ہماری خودمختاری کہاں تھی۔

(جاری)

T07−24JUN11 ZAFAR/Ed.Rauf UR6 1150 AM

اسحاق ڈار---جناب! دو مئی کو ہماری sovereignty کہاں تھی؟ ایبٹ آباد میں ہمارے ساتھ جو ہوا، ہماری sovereignty کو ایک دھچکا لگا اور اس کے بعد 13th May, 2011 کو ایک joint session ہوا اور دو روز پہلے بڑی مشکل سے ایک کمیشن کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ میں honestly سمجھتا ہوں کہ ہمارے سامنے بڑے serious challenges ہیں، اگر foreign policy, law and order, security situation یا جو دوسرے areas کو اسی طرح casual طریقے سے quick fix theory کے تحت ہم نے وقت ٹپاؤ کام کیا تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس ملک کی کوئی service نہیں کر رہے۔ ابھی پروفیسر صاحب نے جن recent چیزوں کا ذکر کیا اور انہوں نے جو quotations دیں، میں ان کو repeat نہیں کرتا، میں سمجھتا ہوں کہ it is a high time that country and the government should decide and the President should have given them a clear direction, should have given the clear message to the nation کہ اب ہم اس طرف چلنے لگے ہیں، اس میں وہ بھی missing ہے۔ یہ چوتھا بجٹ تھا اور آپ کو ایک opportunity ہی اور ملے گی، اگر مدت پوری ہوئی۔ میں پروفیسر صاحب کی reasons کو جو four core deficits of this country ہیں ان کو totally support کرتا ہوں کہ morally, ethically the Government has lost every reason to continue. It should have voluntarily offered کہ جناب، ہم سے یہ کام نہیں ہوتا۔ آگے چل کر میں اس کی وضاحت کروں گا لیکن پروفیسر صاحب کے reasons are very credible and they are very cogent reasons. Why? On a reasonable, moral, high moral میں کی بات نہیں کر رہا، اس ملک میں کوئی سوچ اس کے نزدیک بھی نہیں ہے۔ دوسرے ممالک میں ٹرین کا accident ہوتا ہے تو Railway Minister resign کر دیتا ہے۔ یہاں سب کچھ ہو جاتا ہے یعنی فراڈ کی چیزیں پکڑی جاتی ہیں account میں جاتی ہیں اور پھر واپس ہوتی ہیں، جیسا کہ پروفیسر

صاحب نے کہا، پھر بھی کوئی action نہیں ہوتا۔ Criminal action تو بعد کی بات ہے، اتنی moral ground ہونی چاہیے کہ ہم اپنے عہدے کو چھوڑ دیں اور ایک message دیں۔

میں اور ہماری جماعت یہ سمجھتی ہے کہ جمہوریت کے ساتھ تین چیزیں بہت ضروری ہیں، آپ دنیا کے کسی بھی ماڈل کو دیکھیں، اگر آپ ان چیزوں کو in place نہیں کریں گے تو results deliver نہیں ہوں گے اور یہی وجہ ہے کہ وہ تینوں چیزیں missing ہیں۔ Rule of Law کی نزدیک، نزدیک کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ Superior Courts کے احکامات کو virtually ردی کی ٹوکری میں پھینکا جاتا ہے، اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوتا۔ آپ کے سامنے ایک نہیں درجنوں واقعات ہیں، میں وقت کی کمی کی وجہ سے repeat نہیں کرتا۔ Strong accountability mechanism جس کے لیے ہم حکومت کے ساتھ Standing Committee on Law of National Assembly میں دو، اڑھائی سال سے engaged ہیں۔ وہ بالکل teeth less قسم کا قانون لانا چاہتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ قانون teeth less ہوا تو قوم اور ملک سے بے ایمانی ہوگی۔ ہم اس کو retrospectively may be from 1947 چاہتے ہیں۔ کئی مرتبہ ہمارا اور ان کا consensus ہوتا ہے لیکن کئی مرتبہ پھر it goes back to zero point. جہاں سے شروع ہوتا ہے، وہیں پر واپس چلا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس حکومت کا تین سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے، آج تک وہ قانون نہیں بنا۔ یہ دوسرا ingredient ہے۔ If you really want tangible and productive results of the democracy, you got to have a rule of law and a proper mechanism for the accountability.

تیسرا ہے effective checks and balances to be built in your system کہ اگر کوئی بھی غلط کام کرتا ہے تو system should show an alert that something is going wrong وہ ہے ہی نہیں۔ اس قسم کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ میں with all respect to our own Senate, I think that a lot of improvement is needed. Other day we discussed on the questions of the nominations of the Leader of the Opposition. I flagged and highlighted series of weaknesses in the system. میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم نے فوری طور پر ان چیزوں کو deal نہ کیا I think certainly we are heading towards a very serious disaster.

اس کے علاوہ میں جناب! اب دنیا میں name of the game is economy ہے۔ US presidential election میں دونوں Presidential candidates کی debate ہو رہی تھی، آپ نے بھی دیکھی ہو گی، جب کلنٹن کا 2nd tenure تھا تو اس نے کہا کہ "it is economy, stupid" what he meant was کہ صدارتی race میں میرے ساتھ تمہاری جو debates ہو رہی ہیں اس میں تم کون سی باتیں کر رہے ہو۔ اس نے کلنٹن کو کہا "it is economy, stupid". جناب! economy کے بارے میں جناب صدر صاحب کیا فرماتے ہیں، میں آپ کی توجہ دلاتا ہوں یہ page No. 8 and 9 ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہاں serious issues ہیں energy shortage ہے، سب کو پتا ہے کہ ہے، پہلے دن سے تھی۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ they created it but they compounded it, they inflated it. They did not try to have a clear vision to reduce it. Circular debt ہے، ہم 300 billion unconventional طریقے سے، بجائے اس کے کہ گورنمنٹ کا debt گنا جائے "it is a camouflage, I don't use the word "fudging لوگ اس word سے بہت sensitive ہیں۔ آپ اس کو ایک کمپنی بنا کر 301 ارب کو park کر دیتے ہیں کہ چلیں اس میں رکھ دیتے ہیں تا کہ حکومت کا قرض نظر نہ آئے اور اس میں ڈالنے کے لیے مزید 240 million پھر تیار ہیں۔ Servicing government of Pakistan کی ذمہ داری ہے، اس کے لیے آپ 50 ارب مختص بھی نہیں کرتے، ہم کیا چاہتے ہیں، ہم کدھر جا رہے ہیں؟ Circular debt کی یہ حالت ہے۔ انہوں نے taxation reforms کی بات کی ہے one has to see کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ Restructuring of public service entities and documentation of economy انہوں نے پانچ چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ This was President's concluding note. اس کے ساتھ انہوں نے ایک comprehensive plan, reduction in non developmental expenditure, reforms in power sector, public sector entities and restructuring کی بات کی تھی اور of sector-wise remittances and programme for poverty alleviation. Sir, they are all lip services. You take any of these items, has anything been done in an effective and meaningful manner in the last few years since we have reverted to democracy? I think, unfortunately the results are not very encouraging for us. جیسا کہ میں نے کہا کہ unless you are economically and financially sovereign, you will be subjected to the same blackmail and dictation from the outside

“beggars are not وہ جو کہتے ہیں کہ countries as you have been subjected to in the last few years. the best part and the best time is the first year. کوئی بھی حکومت ہو۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں the choosers” اور جو vision کے لیے جو the painful measures and the macro economic stability آپ دنیا کی تاریخ دیکھ لیں roadmap, policy, clear آپ ایک that is year one. کرتے ہیں announce ہوتا ہے اور اس کو جب action plan as then you are subjecting yourself to the ہیں goals دیتے ہیں اور اس کے ساتھ بتاتے ہیں کہ یہ ہمارے vision parliamentary oversight and you are accountable to the nation. Whether you deliver those clear, clean and transparent roadmap عوام اور دنیا کے لیے بھی ایک conscience آپ کے اپنے goals or not. circular آتی ہے، problem جہاں یہ We believe in quick sixes. ہو لیکن ہمارا جو تھا بجٹ ہے اور ہم اس طرف نہیں آئے۔ shortage اٹھاتے ہیں اور مزید ایک problem create کر دیتے ہیں، اس کو ایک کمپنی بنا کر ڈال دیتے ہیں۔ ہمیں بجلی کی debt I am not ہوتی ہے، ہم بھاگتے ہیں Rental Power جو 09 cent پر negotiate ہو رہا ہوتا ہے، اس کو 18 cent پر لے لیتے ہیں۔ اس ملک بہت کچھ ہو سکتا ہے، alleging things, I feel pain as a Pakistani, as a citizen of this country. but it needs political will. It needs honesty of purpose, it needs a painful ہے future کا process. It needs clear policy methods. It needs a clear roadmap. It needs an implementation plan. It needs a clear goal to be achieved لیکن ہم اس طرف چلنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ پتا نہیں ہمیں کیا ہے؟ Why we lack political will? اس حوالے سے جو پروفیسر صاحب نے باتیں کی ہیں، ان کو repeat کیے بغیر چند چیزوں کو touch کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں۔

جناب چیئرمین! 2.4% GDP growth کی جو بات ہوئی اور آپ کی 2.3% population growth ہے۔ آپ ایک بچے کو بھی بتائیں گے، on ground کہ آپ کی یہ حالت ہے it has been compounded غربت، بیروزگاری، مہنگائی اس کی کچھ reasons ہیں----جاری---

T08–24JUN2011---ASHFAQ/ED.ZAFAR---UR5---12.00NOON

جاری-----------سینیٹر محمد اسحٰق ڈار------

اس کی کچھ reasons تھیں، اس کی کچھ وجوہات ہیں، ہم نے ان کو address کرنا ہے، ہم وہ address نہیں کر رہے۔ آپ کی GDP growth بہت low ہے، یہ جب تک 7 and 8% پر نہیں جائے گی، مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ ہمارے پاس cold war کے بعد ایک opportunity تھی، جو آپ نے second time بھی گنوا دی۔ آپ House کی کارروائی نکال لیں، میں اسی House میں year after year کہتا رہا کہ خدا کے لیے شوکت عزیز صاحب! real sector کی طرف چلیں، اس طرف growth لیں، don't depend on consumer and consumption goods. آپ کی ایک دفعہ local demand پوری ہو گئی، آپ export نہیں کر سکتے، you are not competitive in prices to Singapore, China, Malaysia, Thailand and Korea. اگر آپ نے اس وقت real sector agriculture, backbone of the economy کو ٹھیک کیا ہوتا، آپ نے اپنے industrial sector کو revive کیا ہوتا، آپ نے اپنے small and medium enterprises کو revive کیا ہوتا تو آج آپ کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ میں obviously جمہوریت سے پہلے کی بات کر رہا ہوں۔ میں، رضا ربانی صاحب، پروفیسر صاحب اور بہت سے لوگ اسی ایوان میں تھے، میں party politics کی بات نہیں کر رہا، میں ایک national agenda and issues کی بات کر رہا ہوں کہ ہم نے چار سالوں میں اس کو address نہیں کیا۔ جیسے میں نے عرض کیا کہ ہماری GDP growth ہے، ہم جب اس پر نہیں جائیں گے، ہماری اس کے ساتھ دوسری inflation problem ہے۔ You pick up the history of Pakistan of the 6 to 7 years, never in the history of Pakistan for 4 consecutive years, your inflation has been 15% per annum. آپ کو پچھلے سال کی figure پتا ہے، around 15% تھی، آپ کی CPI اور آپ کی WPI was about 24% and آپ کا sensitive price index is about 19%, food was 33% and your fuel and medicine were around 16%.

جناب! آپ کی اس مہنگائی نے عام لوگوں کی کمر توڑ دی ہے، ان چار consecutive سالوں میں، یہ بڑھتی جا رہی ہے، it is a disaster, یہ sustainable نہیں ہے، اس نے آپ کی problem create کی ہے اور اس کی وجہ کیا ہے کہ ہماری efforts

to generate revenue and use of the natural resources, God has gifted this ضائع ہو رہی ہیں

کا سوال country with, we are not focusing, we are odd with begging bowls. 100 billion dollar

ہے پھر ہم 50 billion کے سوال پر آجاتے ہیں پھر کم کرتے کرتے، جناب صدر صاحب کی بات کر رہا ہوں، this was his vision

discussion میرے ساتھ ان کی that we should ask the international community, these are on record

ہوتی تھی کہ 100 billion لینا ہے۔ اللہ کرے لے لیتے لیکن کہاں پر ختم ہوا، 100 billion, 50 billion, 40 billion, 30

we billion and 20 billion ہوئے، end up Japan میں 5.34 billion ہوئے لیکن آج تک وہ پیسے بھی نہیں آئے کیونکہ

وجہ یہ ہے main کی inflation بات یہ ہے کہ آپ کی have a credibility gap, we have not received the money.

کہ آپ external resources target کر رہے تھے، آپ کو وہ نہیں ملے، you started borrowing and at an

ہم نے بڑی مشکل سے M-2 has gone for 6. آپ کا exorbitant rate, monetary policy has gone for 6.

1998-99 میں reduce, printing of notes circulation in the economy to 6% کیا، one of the lowest

کو کوئی PML(N) leadership آپ نے ہماری in the history of Pakistan, I wish that should continue,

medal تو نہیں دینا تھا لیکن پاکستان کی بہتری ہوتی، we should strict to that, if we strict to that 6 and 7%,

the situation would have been different. Even in the last decade the things went to almost

15 and 16%. ابھی بھی double digits میں۔ What is M-2 and a currency circulation is the printing

of notes جب آپ کے پاس اپنی ضروریات پیدا کرنے کے لیے کوئی tool نہیں رہ جاتا، ہم کہتے ہیں کہ external resources سے

اتنے وہاں سے آئیں گے، اتنے نہیں آتے،

you have no choice but start printing notes and borrowing from the State Bank, this is unfortunate but you have no choice.

جناب! ہم پھر commercial banks کی طرف جاتے ہیں، اب جب commercial bank 300 basic points

(inter bank offer rate) یا policy rate above, KIBOR (Karachi) ہے تو جب حکومت خود اس پر borrow کرے

گی تو اس کو کس نے کاٹا ہے کہ وہ private sector کو 3% plus 14 پیسے دیں گے۔ ان کے پاس sovereign guarantee ہے،
حکومت borrower ہے، پیسا کہیں نہیں جائے گا، ان کے مزے ہی مزے ہیں، ان کو کاروبار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ This is
another factor کہ آپ کا جو private financial sector ہے، کسی بھی ملک میں government avoids borrowing
from that and they leave room and cushion for the private business community and the
industry to access that credit لیکن ہماری position unfortunately نہیں ہے۔ As a result of that ہماری
printing of notes, borrowing for State Bank coupled with our low GDP growth اور net result یہ
ہے کہ مہنگائی میں unprecedented اضافہ ہو رہا ہے۔ اب دنیا میں inflation has come down to 2 to 3%, ہم global
economic crisis سال 2008 میں claim کرتے تھے لیکن دنیا کی economies adjust ہو چکی ہیں because they had a
prudent monetary policy, we have no connect between monetary and fiscal policy of
Pakistan. State Bank اپنی مرضی کر رہا ہوتا ہے، policy rate double digit میں چل رہا ہے جس سے industry تباہ ہو کر رہ
گئی ہے، ادھر fiscal policy کا کوئی connect نہیں ہے یعنی

we are living in a vacuum and this is not sustainable. I am sure, I am probably boring with all these economic terminologies but I will try to be very quick.

اسی طرح جناب زرداری صاحب نے خود اس خطاب میں فرمایا ہے کہ ہم it is at page 2, reduction in non
development expenditure کریں گے but in the end result ہم نے کوئی سیاچین فتح نہیں کر لیا، کوئی ایک ملک ہمارے
ساتھ annex نہیں ہو گیا، ہم نے پاکستان کو بڑھا نہیں لیا۔ اسی ملک کا non development expenditure ساڑھے پانچ سو ارب
تھا، ہم پچھلے سال 1800 ارب سے تجاوز کر گئے اور اس پر contain نہیں کر سکے، 2200 ارب پر close کیا اور آج ہم اگلے سال کے لیے
2300 ارب کی بات کر رہے ہیں، پتا نہیں actual number کیا ہو گا؟ کسی ملک کا دس سالوں میں non development
expenditure 2300 ارب روپے پر جائے گا تو یہی position ہو گی جو ہے۔ ہم اپنے قرضے بڑھاتے جائیں گے، ہمارا public debt
unsustainable ہو چکا ہے اور ہم اپنی تسلی کے لیے کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں ہے، ہمارا debt GDP ratio 55% سے نیچے ہے،
sir, it will not work.

جناب! میں عرض کر رہا تھا کہ inflation and unsustainable debt, this has been a disaster recipe in many countries in the past, Yugoslavia is the latest example, unsustainable debt and انتہا کی مہنگائی، اس وقت پاکستان میں دونوں factors موجود ہیں ، ہم پچھلے تین، چار سالوں سے اسی لائن چل رہے ہیں۔ Debt کی کیا position ہے، this country had rather a debt of 2946 billion both foreign and local converted into rupee. آج according to the Government's own numbers یہ 31 March, 2011 کو 10200 ارب پر جا چکا ہے اور اس میں contingency liabilities نہیں ہیں۔ آپ نے 300 ارب power sector کا companies میں par کیا ہے، وہ نہیں ہے کیونکہ ہم unfortunately cash accounting میں ہیں، ہمارا بجٹ اور ہمارے accounts are maintained on cash basis ہم chartered accountancy term میں call کرتے ہیں، I mean, you spend, you don't pay and you don't count their expenditure, it is a deferral process, it is not good for any country. ہمارے جو قرضے ہیں اور جیسے میں نے عرض کیا کہ ہمارے قرضوں کے ساتھ اتنی زیادہ مہنگائی والا مسئلہ ہے اور پھر tax GDP کا مسئلہ ہے، میں ابھی اس پر آتا ہوں۔ GDP growth sir, this is a perfect problem for any country, اگر اس کو حل نہیں کریں گے in a structure manner with the objective of achieving macro economic stability, I think any country, Pakistan ہو کوئی بھی ہو، will remain in a serious trouble. ہمیں اس کو address کرنا ہے۔ مجھے صدر صاحب کے خطاب میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آرہی اور جو چیزیں انہوں نے کہیں کہ میں expenditure cut کروں گا وہی کم از کم کردیتے۔ ہم نے 10 point agenda دیا تھا جس وقت the Government had lost majority in the National Assembly ہمیں حکومت پلیٹ میں رکھ کر دی جا رہی تھی۔ وہ لوگ آگے آئے، جو ان کے allies واپس چلے گئے ہیں، وہ ادھر آکر بیٹھ گئے تھے، ہم نے کہا یہ کام نہیں کریں گے we want to reform national agenda کہ ہم اکٹھے مل کر اس ملک کو ٹھیک کریں، ہم نے 45 دن engage رکھا۔ صدر صاحب نے اس کا دو جگہ پر ذکر کیا کہ ہم public estate enterprises کو ٹھیک کریں گے، ہم کہہ رہے ہیں۔ یہ فروری میں بات ہوئی، حفیظ شیخ صاحب، بابر اعوان صاحب، رضا ربانی صاحب اور اس میں کئی اور دوست تھے اور ہماری مسلم لیگ (ن) کی ٹیم تھی ہم نے template طے کیا کہ کن basis پر ان اداروں کو address کیا جائے جہاں

پر تین، چار سو ارب کی bleeding ہو رہی ہے۔ and they eat almost 1.8 % of fiscal deficit, 1.8% GDP. ہم نے اس کے لیے کہا تھا کہ ہم ان حدود میں رہ کر کام کریں گے، ہم pure, professional, non–partisan لوگ ان اداروں کو convert کریں، تیار کریں، ٹھیک کریں، ان نقصانات سے ہمیں نجات دلائیں۔۔۔آگے۔۔T09

T09–24JUN2011 FURQAN[ED.ALTAF] 12.10P.M. ER8

سینیٹر محمد اسحاق ڈار (جاری)۔ان نقصانات سے ہمیں نجات دلایں، وہ آج تک نہیں ہوا۔جناب چیئرمین! میں آپ کے توسط سے گزارش کروں گا کہ خدا کے لیے اس کام کو تو کرلیں، یہ تین سو، چار ارب روپے not a small amount آپ ٹیکس اکٹھا کریں گے تو آپ کو تین، چار سو ارب اکٹھا کرنا مصیبت ہو گی، یہ کام آسان ہے لیکن اس میں پھر دوستیاں نہیں چل سکتیں، اس میں کوئی cronyism نہیں ہو سکتا، اس میں اگر کوئی nonprofessional approach ہو گی تو پھر یہی ہو گا جو ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کام کو ہر قیمت پر کرنا چاہیے۔

اسی طرح جناب صدر نے غربت اور social safety net expenditure کی بات کی ہے۔ وہ کسی ملک کے لیے بڑا ضروری ہے، ہم غربت کے جس point پر پہنچ چکے ہیں اور اگر ہم نے یہ کام نہیں کیا تو لوگ سب politicians کو کھا جائیں گے، it's growing, یہ ختم نہیں ہو گا۔ Ground reality یہ ہے کہ poverty جس کی دس بارہ سال پہلے definition تھی وہ آج purchasing power parity کے قانون کے تحت اڑھائی سے تین ڈالر ہونی چاہیے، if you take 2 dollars, آپ کی آدھی آبادی تو already one dollar کی definition میں آ رہی ہے، دو ڈالر لیں تو آپ کی 75% آبادی poverty line سے نیچے ہے اور دو ڈالر اس لیے بھی لینا ضروری ہے کہ اس ملک میں آپ نے خود minimum wage 7000 rupees رکھی ہے اور جو 7ہزار روپے کی جو minimum wage ہے یہ اڑھائی، پونے تین ڈالر ہے۔ اگر ہم ایمانداری کے ساتھ ان چیزوں کو analyze کر لیں تو ہمیں خود پتا چل جائے گا کہ ہماری problem کہاں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ poverty کے سلسلے میں حکومت کو جو effective measures لینے چاہییں وہ خاطر خواہ نہیں ہیں ماسوائے Income Support Programme کے۔ I am humble to say that was my idea. Pick up the Cabinet proceeding, ask the Prime Minister, it was my idea, I left in the blueprint, the only name was edited and I have great regard for Benezir that's all. The entire idea was our

idea when PML(N) was in the government. اس میں آپ transparency لائیں، جو یہاں تقاریر ہوئیں ان کو دور کریں۔ یہ ایمانداری ہے کہ جہاں question mark ہے اسے ہم ٹھیک کریں، ہم ثابت کریں کہ ہم above partisan, above any person on political reasons ایمانداری کے ساتھ socio economic expenditure کریں گے۔

جناب والا! جیسے صدر صاحب نے commitment دی کہ اگر 5,7 reasonable percent سے زیادہ خرچا ہو گا تو دو قسم کے overrun ہیں ایک regular اور دوسرا technical ہے، technical یہ ہے کہ میں اپنی منسٹری میں کہتا ہوں کہ میں یہاں پیسے چھوڑ رہا ہوں اور اس منسٹری میں دے دیں، اس میں کوئی مسئلہ نہیں technical is acceptable to us. Regular is that if you have allocated 100 and you spent 120, now that is not acceptable. جناب! 387 billion کی supplementary grant ہے اور یہ 20.4% budgeted amount ہے۔ Now this is a lack of financial discipline کسی ملک میں اتنی بڑی supplementary grant and budget overrun نہیں ہوتے، you have to bring new budget, you have to take the Parliament into confidence, you can't simply say کہ میں نے 1800 رکھا اور 2200 billion خرچ کر دیا اور سال کے آخر پر کہوں کہ ایک ٹھپا لگا دو بجٹ process ختم ہو گیا ہے، ایک دن لوگ بھی تھکے ہوتے ہیں اور ایک دن میں سارا pass کر دیا جاتا ہے، this is something elementary requirement for a good financial discipline.

اسی طرح fiscal deficit کی بات ہے۔ ہم کچھ نہیں کر رہے ہیں، we make a wrong start ہم کہتے ہیں 4% کریں گے لیکن 4% تب ہو گا جب صوبے 125 ارب روپیہ بچائیں گے۔ جناب! صوبے کیسے پیسے بچائیں گے، کونسا صوبہ بچائے گا۔ آپ نے ان کو NFC میں جو addition دی ہے۔

(اس موقع پر ایوان پر نماز جمعہ کی اذان سنائی دی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جی ڈار صاحب مکمل کریں تو پھر مولا بخش صاحب windup کریں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب! میں ان کا کام آسان کر رہا ہوں تاکہ ان کے پاس نماز سے پہلے وقت ہو اور windup کر سکیں۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب چیئرمین! میں یہ عرض کرنا چاہ رہی ہوں کہ ان کی speech کو بہت پہلے رکھنا چاہیے تھا کیونکہ بڑی detail سے چیزیں آرہی ہیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: میں آٹھ سال سے تقاریر کر رہا ہوں اور آج بھی کسی پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جلدی کریں، نماز زیادہ اہم ہے یہ ہماری باتیں جب تک زندہ ہیں چلتی رہیں گی۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: ان کے کان پر جوں بھی نہیں رینگنی، میں اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔ مجھے floor دیا ہے تو بات کرنے دیں۔

سینیٹر کلثوم پروین: نہیں جناب آپ تقریر کریں۔ جناب چیئرمین! میں آپ سے صبح سے گزارش کر رہی تھی کہ مجھے بولنے کے لیے ایک منٹ دے دیتے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جلدی مکمل کرلیں تا کہ ایجنڈا مکمل ہو جائے۔ تھوڑی قانونی چیزیں بھی کرنی ہیں اور مولا بخش صاحب کو بھی سننا ہے۔ پانچ منٹ میں نمٹا لیں پھر دو تین points of order لے لیں گے، ایک Privilege Motion بھی آیا ہوا ہے۔ جی ڈار صاحب۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب! میں honestly nonpartisan basis پر ساری باتیں کر رہا ہوں، اس میں میرا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے، میں ملک کی بہتری کے لیے کر رہا، کوئی اچھی بات pick کر لے، میرے لیے وہی بہت خوش قسمتی ہو گی کہ اس پر عمل ہو جائے۔

جناب والا! میں fiscal deficit کے بارے میں بات کر رہا تھا اور جب ہم کہتے ہیں کہ ہم %4 fiscal deficit کر رہے ہیں تو working میں پہلی خرابی یہ ہے کہ ہم اس میں صوبوں کا مفروضہ رکھ رہے ہیں کہ 125 ارب بچائیں گے۔ جناب! وہ اگر بچانا بھی چاہیں تو نہیں بچا سکتے۔ آپ ان کو دوسری طرف target دے دیں کہ وہ 430 ارب کا ترقیاتی کام کریں تا کہ پاکستان کا ترقیاتی بجٹ 730 ارب ہو، اس میں تو انہوں نے فیڈرل گورنمنٹ کے لیے صرف 300 ارب رکھے ہیں، 430 ارب روپے ان کا ہے۔ اب یا وہ پیسے بچا سکتے ہیں یا ترقیاتی کام کر سکتے ہیں۔ ان کے پاس جتنے پیسے ہیں اس میں سے آپ نے پچھلے سال salary %50 بڑھائی ہے، %15 اس دفعہ کی ہے،

پنشن 15% سے 20% بڑھائی گئی ہے۔ ان کے پاس تو space ہی نہیں ہے۔ Mark my word کہ جب اگلا سال آئے گا تو may be 125 میں سے 5,7 billion ہوں۔ بہرحال 125 نہیں ہو سکتا، straight away ہم نے ایک wrong start کر دیا کہ یہ 125 بچے گا تو ہمارا 4% fiscal deficit ہو گا۔ اسی طرح ہم نے unrealistic targets رکھیں ہیں، State bank profit میں ہے اور اس کے جو operations ہیں there are almost at the peak وہ 160 ارب کر رہا ہے۔ اس میں 25% growth کیسے ہو گا، وہ آپ کو کیسے 200 ارب دیں گے، مجھے کسی نے کوئی mechanism نہیں سمجھایا کہ اس طرح ہم 160 کو 200 پر لے جائیں گے اور 40 ارب آپ نے وہ رکھ لیا ہے۔

اسی طرح آپ نے GST 1% کی reduction کی ہے، میری calculation کے حساب سے تقریباً 40 یا 35 ارب کا فرق پڑتا ہے، اسے ہم revenue neutral action کہتے ہیں، وہ مجھے نظر نہیں آیا کیونکہ آخری دن فیصلہ ہوا اور revenue neutral action ہے ہی نہیں کہ اس جگہ سے ہم 35,40 ارب پورے کر لیں گے۔ اسی طرح tax targets ہیں، this is very unrealistic, پتا نہیں کوئی معجزہ ہو جائے یا دوسرے ملکوں کے شہریوں پر ٹیکس لگا لیں تو شاید پورا کر لیں۔ یہ سال جو ابھی 30 جون کو ختم ہو رہا ہے اس میں 1667 billion رکھا گیا تھا، پھر 1604 پر گئے، 1630 پر آ گئے۔ ابھی Finance Minister صاحب خود کہہ چکے ہیں کہ 1588 کریں گے، اس کو آپ اگلے سال کے لیے 1992 پر pitch کر رہے ہیں، it is 23.4% growth، یہ کہاں سے آئے گی، مجھے کوئی سمجھائے کہ 10,12% آپ کے inflation سے ہو جائے گا، 3,4% growth ہو جائے گی، آپ 16% لے لیں گے، reform کریں گے تو 3,4% اور لے لیں گے لیکن کہاں سے 23.4% آئے گا، اس کے لیے کوئی reform نہیں ہے کہ ہم یہ کام کریں گے۔ Frankly speaking, I am very concerned on these numbers. پچھلے پورے سال دیکھا کہ 3G lincence پاکستان کو 50 ارب دے گا، ابھی تک ہمیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔

(آگے جاری T10)

T10−24JUNE2011...............FANI/ED(Mubashir).............12.20PM..................UR12

سینیٹر محمد اسحاق ڈار(جاری)

پچھلا پورا سال دیکھیں کہ تھری جی لائسنس پچاس ارب پاکستان کو دے گا۔ ابھی تک ہمیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی اور اب ہم نے اسی لائسنس کے پچھتر ارب رکھ لیے ہیں، اب ہم اسے پچھتر ارب میں بیچیں گے۔ اگلے سال شاید سو ارب رکھ لیں پھر بھی نہ بیچ سکیں تو۔

اسی طرح جو اخراجات کی طرف سبسڈی رکھی تھی وہ ہم نے تیس ارب رکھی تھی، اب ہم نے دوبارہ پچاس رکھ لی ہے، پتا نہیں اب کیا ہوگا اللہ کرے کہ یہ معاملہ حل ہو جائے۔Foods کے لیے تھا، Utility Store وغیرہ کے لیے پچھلے سال پچاس تھا اس بار بائیس رکھا ہے، Are you conveying a message کہ غریبوں کے لیے ہم جو تھوڑی بہت سبسڈی دے رہے ہیں اس کو ختم کر رہے ہیں اور وہ اب ہم نہیں دیں گے۔Clear message دیں اور بتائیں تاکہ لوگ اس کے لیے تیار ہوں۔ اسی طرح جیسے میں نے عرض کیا کہ تین سو ارب جو loan کے لیے رکھا ہے اس کے پچاس ارب آپ نے ڈالے نہیں ہیں اور جو un-employment کا حوالہ نمبر میں نے دیا ہے اس دفعہ تو اس میں وہ نمبر ہی نہیں ہے لیکن پچھلے سال کا جو figure تھا اس حساب سے تقریباً ایک ملین un-employment میں دس سال کے دوران اضافہ ہو چکا ہے۔ ہمیں industrial growth, agriculture کے ذریعے small enterprises میں ہمیں job opportunities create کرنی پڑیں گی ورنہ یہی ہوگا جو ہم روزانہ ٹی وی پر دیکھتے ہیں، کہیں کچھ لوگ آگ لگا رہے ہیں، کہیں دفتر توڑ رہے ہیں، کہیں وہ بیچارے لائنوں میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ چیزیں تب ہی ہوں گی جب ہم اس کی طرف چلیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: conclude کریں نماز کا وقت بھی ہے۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: بس جناب! میں اسی لیے کر رہا ہوں ورنہ تو مجھے آدھ پونا گھنٹہ اور چاہیے تھا۔ I will cut short sir. Floods کی بات، چلیں میں اس پر close کر دیتا ہوں although I have few more points بعد کی بات ہے۔ دیکھیں year after year ہم commitments کرتے ہیں اور ہم ان کو پورا نہیں کرتے یہ اچھی بات نہیں ہے۔ It is not less why they are losing credibility, deficit جس کا پروفیسر صاحب نے بھی ذکر کیا Prime Minister of this country کہتے ہیں کہ ہم ایک لاکھ فی گھرانہیں دیں گے۔ بیس ہزار دیا ہے جس میں اڑتیس ارب cost ہوئی انیس ارب صوبوں نے ڈالے، انیس ارب انہوں نے ڈالے۔ پانچ ارب کے immediate relief measures تھے، ٹھیک ہو گیا جناب! اب اس حساب سے آپ کو ایک سو چھپن ارب روپے چاہیں، اسی ہزار تو آپ نے balance دینا ہے۔ جناب! اس بجٹ میں مجھے کوئی نکال کے دکھا دے، مجھے جو چاہیں سزا دیں۔ رکھا گیا ہے پانچ ارب، کہاں سے آئیں گے ایک سو چھپن ارب کیا آپ message یہ دے رہے ہیں کہ ہم نے نہیں دینے، وہ لوگ انتظار کر رہے ہیں، روز درجنوں کیا سینکڑوں کی درخواستیں صوبوں میں آتی ہیں کیونکہ یہ صوبوں میں ہی disburse ہوتا ہے۔ ہماری اس type کی جو approach ہے، میں سمجھتا ہوں کہ with all due respect کہ اس پر جو ایک vision ہونا چاہیے تھا ایک analysis

Sir, this ہونا چاہیے تھا، ایک road map ہونا چاہیے تھا، ایک policy matter ہونا چاہیے کہ ہم ان چیزوں کو کیسے کریں گے speech lacks in that viz-a-viz ecnomy and I am grateful sir, because it time for *Jumma* Prayers is here. Thank you very much.

جناب قائم مقام چیئرمین: مولا بخش صاحب! جی پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: ایک پوائنٹ رہ گیا وہ serious ہے۔ تقریر کا جو certified version ہمارے پاس ہے اس کے صفحہ ۶ پر کہا گیا ہے کہ ہم بلاامتیاز شفاف احتساب پر یقین رکھتے ہیں، اس ضمن میں ایک Draft Bill پہلے ہی سینیٹ میں موجود ہے۔ یہ material قومی اسمبلی میں ہے، سینیٹ میں نہیں اور اس certified copy میں جو صدر کہہ رہا ہے، قومی اسمبلی میں پیش کر رہا ہے اتنی major غلطی، میں سمجھتا ہوں کہ بہت غلط ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی مولا بخش صاحب اس کا نوٹس لے لیں۔ میڈم چانڈیو صاحب کو تقریر مکمل کرنے دیں۔ ایک پارلیمانی طرز عمل ہے اس کو تو پورا کریں۔ آپ کے پاس وقت نہیں ہے تو پھر میں اٹھ جاؤں گا نماز کے لیے۔ اور آپ کے سب Presiding Officers سب غیر حاضر ہیں۔ میں جانے سے پہلے اس کا آپ کو بتاتا ہوں۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو (وفاقی وزیر قانون): شکریہ جناب چیئرمین! بڑی مہربانی آپ کی کہ مجھے اس موضوع پر آج خوش قسمتی سے بولنے کا موقع مل رہا ہے۔ میرے دوستوں نے اس پر بڑی تفصیل سے بات کی ہے۔ حزب اختلاف کی یہاں بد قسمتی یا خوش قسمتی سے ایک ہی ذمہ داری رہ گئی ہے کہ کسی بھی اچھی بات کا تذکرہ نہیں کرنا اور جتنی بھی تنقید کی جاسکے وہ کریں۔ اب اس مکمل تنقید کا تو جواب دیا نہیں جاسکتا کہ وہ طے ہی یہ کرکے آئے ہوں کہ ہمارا جتنا بھی وقت ہوگا ہم تنقید کریں گے، اچھی باتیں نہیں کریں گے لیکن یہ بھی اچھی بات ہے کہ اس ملک میں، اس پارلیمنٹ میں کم سے کم مارشل لاء والے، نیم مارشل لاء والے، ہیوی بینڈیٹ والے، ان میں سے کسی کو بھی یہ اعزاز حاصل نہیں ہوا کہ وہ چار سال پارلیمانی اور جمہوری روایات کا پاس رکھتے ہوئے پارلیمنٹ کا سامنا کرتے۔ ٹھیک ہے پروفیسر صاحب! نے جیسے کہا کہ بدلے ماحول میں، تو یہ بدلا ماحول بھی پارلیمنٹ کے اندر تھا، پارلیمانی روایات میں تھا، جمہوری انداز میں تھا تو یہ بھی مانیں اگر بدلا انداز تھا تو آپ کے منتخب صدر نے بھی بدلے انداز والی پارلیمنٹ میں خطاب کیا ہے۔ ہم نے بھی اس معاملے کو اچھی طرح نبایا اور آپ نے بھی کوئی اتنا رولا نہیں پایا کہ جس کو ہم کہیں کہ کوئی شدید بات تھی۔ آپ نے بھی سیاسی راستہ اختیار کیا اور آپ

کے منتخب صدر نے بھی جیسا بھی ماحول تھا خطاب کیا۔ میں اس کا سہرا بھی جہاں میں کہہ رہا ہوں کہ ہماری کامیابی ہے، صدر پاکستان کی کامیابی ہے وہاں آپ کو بھی یہ سہرا پہناتا ہوں اکیلا نہیں پہنتا میں ایک جمہوری سیاسی کارکن ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آپ کی بھی کامیابی ہے، یہ پارلیمنٹ کی کامیابی ہے، یہ جمہوریت کی کامیابی ہے، یہ پارلیمنٹ میں جتنی بھی سیاسی پارٹیاں موجود ہیں ان کے شعور کی دلیل ہے کہ ہمارے ہاں جمہوری روایات مضبوط ہو رہی ہیں۔ یہ بھی کہنا چاہیے کہ پارلیمنٹ میں جو سیاسی پارٹیاں ہیں ان کا جو شعور ہے وہ بلوغت کو پہنچ رہا ہے کہ ہم ان روایات کو قائم کر رہے ہیں، اچھی چیزوں کو بھی ماننا چاہیے اور اس روایت کو اور مضبوط کرنا چاہیے ورنہ اس ملک میں ، پارلیمنٹ میں وہ سربراہ آئے جو آپ کو بات کرنے کے لائق ہی نہیں سمجھتے تھے، جو آپ کو جاہل کہتے تھے، جو آپ سے بات کرنا ہی نہیں چاہتے تھے، جو سامنا نہیں کرنا چاہتے تھے اور دوسری طرف بھی جو تھے، وہ سیاسی تو تھے لیکن چھپ کر بیٹھ جاتے تھے۔ کم از کم یہ جو پاکستان کے اس وقت صدر ہیں، ہماری پارٹی کے سربراہ بھی ہیں وہ آئے ہیں اور آپ سے بات کی ہے تو میرے خیال میں یہ جمہوریت کی کامیابی ہے، یہ پارلیمنٹ کی کامیابی ہے۔

جہاں تک تنقید کی بات ہے۔ سارے دوستوں نے تنقید کی ہے، پروفیسر صاحب نے بھی کی ہے، ڈار صاحب نے بھی کی ہے ۔ میں اس تنقید کو ایک دوسرے پہلو سے بھی دیکھتا ہوں۔ تنقید کے رنگ میں کئی بہتر مشورے دیے جاتے ہیں جو میں سمجھتا ہوں ابھی ملے ہیں، ان مشوروں کو قبول کرنا چاہیے یہ بھی جمہوری روایات کا ایک حصہ ہونا چاہیے کہ ہم جو تنقید کی شکل میں مشورے دیے جائیں ان کو مانیں لیکن حقیقت سے انکار کی جائیں تو یہ زیادتی ہے۔ اب میرے بزرگ چلے گئے انہوں نے بڑی اچھی بات کی، میرا پہلا موقع ہے میں ان کا جواب اس ادا سے نہیں دے سکتا۔ انہوں نے بڑی تفصیل سے کہا ہے کہ اس میں کوئی کارنامے نہیں بتائے گئے، کوئی مستقبل کی منصوبہ بندی نہیں کی گئی۔ اگر منصوبہ بندی نہیں کی تو آپ کن نکتوں پر تنقید کر رہے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے۔ آپ خود ہی اپنی بات کا انکار کر رہے ہیں۔ ڈار صاحب نے بھی کہا انہوں نے کہا کہ کوئی بات نہیں بتائی گئی۔ ڈار صاحب نے جو چیزیں پڑھی ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ یوں بھی کریں، یوں بھی کریں گے تو مستقبل کی منصوبہ بندی یہ ہوئی ناں۔ اب اس پر تنقید تو کی جاسکتی ہے۔ پروفیسر صاحب نے کہا کہ یہ نہیں بتایا گیا کہ ہم نے کیا جیتا، ہم نے ان سالوں میں کیا کیا؟ یہاں ایک فہرست ہے جو میں پڑھ سکتا ہوں کہ پارلیمنٹ سے کتنے Bill pass ہوئے، ہم نے کتنے پیسے ترقیاتی کاموں پر خرچ کیے ہیں۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام پر تمام سیاسی پارٹیوں نے اعتماد کیا ہے۔ 74 ارب سے زائد روپے ہم نے غریبوں میں شفاف انداز میں تقسیم کیے۔ اس کی تقسیم پر کوئی تنقید نہیں

ہوئی۔ ہم نے اور کئی کام کیے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ کبھی کسی حکومت نے نہیں کیا کہ پچاس فیصد تنخواہوں میں اضافہ اس سے قبل کبھی نہیں ہوا۔ پہلی بار بڑے بڑے اداروں میں، کارخانوں میں مزدوروں کو حصہ دیا گیا اس سے پہلے یہ کبھی نہیں ہوا۔ ابھی ہماری حکومت نے موجودہ صدر مملکت کی قیادت میں جہاں سندھ میں، پنجاب میں ہم جو زمینیں دے رہے ہیں وہ بھی غریب خواتین کے نام کر رہے ہیں اور بھی کئی ایسی چیزیں ہیں جو ہم کر رہے ہیں۔ ملازمین کے میڈیکل الاؤنس میں اضافہ کیا گیا ہے۔ پوری دنیا میں نہ تنخواہوں میں اضافہ ہوا اور نہ پنشن میں لیکن ہم نے اس مالی بحران کے باوجود اضافہ کیا اس کا بھی تو تذکرہ کرنا چاہیے تھا مگر نہیں کیا گیا۔ تعلیم اور صحت کے شعبوں پر بڑی تنقید کی گئی ہے۔ ہم نے اس میں یہ کیا ہے کہ پانچ سال سے سولہ سال تک کے بچوں کی مفت تعلیم ہوگی یہ چیزیں مانیں تو سہی اب نہ مانیں تو کیا کیا جاسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں ان سب کو چھوڑیں۔ سب کہتے ہیں بجلی کا بحران ہے، بے شک بحران ہے، ہم نے بحرانوں سے انکار نہیں کیا لیکن جیسے ڈار صاحب نے کہا، میں یہ نہیں کہتا کہ بحران انہوں نے پیدا کیا ہے لیکن ان کے لیے بہتر نہیں کیا گیا تو میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کوئی بھی بجلی کا پراجیکٹ بنائیں گے تو وہ ایک سال میں تو آپ کو نتیجہ نہیں دے گا۔ تین، چار سال اس پر لگتے ہیں۔ دو بار آپ بھی حکومت میں آئیں ڈار صاحب! آپ نے کس منصوبے پر عمل کیا ہے، اگر کسی منصوبے کا آغاز ہوتا تو آج وہ نتیجہ بھی سامنے ہوتا۔ جن لوگوں نے کیے ہیں اس کا بھی یہ لوگ تذکرہ نہیں کرتے۔ میں کہتا ہوں، بی بی کے زمانے میں، پہلی حکومت کے زمانے میں تھر کول پر کام شروع ہوا، آپ نے وہ کیوں روک دیا تھا، اس کو کیوں روکا گیا؟ کیٹی بندر کا آغاز ہوا اس کو کیوں روکا گیا؟ اپنی بھی غلطیاں ماننی چاہئیں۔ پہلے دور میں جن کمپنیوں سے بجلی کی بات ہوئی تو ان کمپنیوں کو آپ نے اس ملک سے بھاگنے پر مجبور کیا۔ پھر آپ نے ان سے بات کی۔ اپنی غلطیوں کا بھی احاطہ کرنا چاہیے کہ ہم نے کیا کیا ہے۔ اب صرف ہم بات کریں گے کسی اور پر تنقید کرنے کی تو جیسے پروفیسر صاحب کہہ رہے ہیں کہ صدر کی تقریر کوئی اثر والی تقریر نہیں تھی۔ اثر والی تقریر سے کیا مراد ہے جناب۔

آگے جاری--------------------T11

T11-24Jun2011 ER5/Rafaqat/Ed:Javaid 12:30 pm

سینیٹر مولا بخش چانڈیو (وفاقی وزیرِ قانون): (جاری) اب پروفیسر صاحب کہہ رہے ہیں کہ کوئی اثر والی تقریر نہیں تھی۔ اثر والی تقریر سے کیا مراد ہے؟ ماضی میں صدور صاحبان کی طرف سے charge sheets دی جاتی تھیں حکومت کو، پہلی بار مایوسی ہوئی کہ صدرِ

پاکستان نے اپنے خطاب میں اس حکومت کو کوئی charge sheet نہیں دی۔ یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ بھی خراب ہو رہا ہے، وہ بھی خراب ہو رہا ہے۔ انہوں نے ایسی بات نہیں کی۔

آپ کو ماننا تو چاہیے، میں خاص طور پر ڈار صاحب سے کہہ رہا ہوں کیونکہ میں ان کی گفتگو سے بہت متاثر ہوتا ہوں، ماننا تو چاہیے اس ملک میں یہ معجزہ ہے۔ جو تین سال آپ کہتے ہیں برداشت کیا جمہوریت کی خاطر، یہ بھی تو معجزہ ہے کہ coalition government پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار چوتھے سال میں داخل ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے کبھی ایسا معجزہ نہیں ہوا۔ اب اتنی پارٹیاں، اتنے سارے منشور ایک ماحول میں جمع ہوں گے تو حکومت کے لیے مشکلات تو ہوں گی۔ اتنی آسانی سے بھی یہ کام نہیں ہوا ہوگا۔ کم از کم ہمارے اس کارنامے کو بھی تو مانیں۔ آپ ہمارے ساتھ چل رہے ہیں، اس کارنامے کو بھی تو مانیں کہ یہ ماحول بھی تو ایک گورنمنٹ نے ہی بنایا ہوا ہے جس کے متعلق آپ کہتے ہیں کہ اس system کو، جمہوریت کو بچانا چاہیے۔ آپ کی اچھائی اپنی جگہ پر، کوئی نیکی تو اس طرف بھی ہے کہ آپ بھی انتہا تک نہیں پہنچے ہیں۔

پروفیسر صاحب کہہ رہے تھے کہ صدرِ پاکستان نے کوئی کمال نہیں کیا اپنی powers دے کر۔ بد قسمتی ہے۔ وہ کہتے ہیں صدر صاحب نے تاریخ پڑھی نہیں، کئی بادشاہوں نے اپنی powers دی ہیں۔ بادشاہوں کے ساتھ ٹکراؤ میں آئے ہو، جہاں جہاں بھی بادشاہوں سے آپ نے powers چھڑوائی ہیں، جہاں جہاں بھی dictators سے آپ نے powers چھڑوائی ہیں۔ ٹکراؤ کا راستہ اختیار کرنا پڑا اور بے پناہ قربانیاں دے کر powers چھڑوانی پڑیں۔ یہاں آپ صدرِ پاکستان سے powers چھڑواتے ہوئے ٹکراؤ میں نہیں آئے ہیں۔ یہ voluntarily ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آپ کا کارنامہ ہے، آپ اس کارنامے میں شریک ہیں، اس کارنامے کو قبول تو کریں۔ آپ کہتے تھے کہ آئین بحال نہیں ہوگا، یہ پارٹی آئین بحال نہیں کرے گی، یہ حکومت آئین بحال نہیں کرے گی۔ حکومت نے آئین بحال کیا، تمام

پارٹیوں کو ساتھ ملا کر کیا، آپ نے تعریفیں کیں۔ ابھی عرصہ ہی کیا گزرا ہے، ان تعریفی جملوں کی سیاہی بھی نہیں مٹی کہ آپ نے اور موقف اختیار کر لیا ہے۔ مجھے پروفیسر صاحب پر حیرت ہو رہی تھی جب وہ کہہ رہے تھے کہ صدر صاحب نے تاریخ کہاں پڑھی ہے۔ ہم سب نے پڑھی ہے۔ آپ نے اگر پڑھی ہے تو ہم بھی بتاتے ہیں۔ آپ کا سارا معاملہ امریکہ کے خلاف ہے۔ میں بتاتا ہوں ساری عمر جو پارٹیاں امریکی امداد پر پل کر جوان ہوئیں، بوڑھی ہونے کو آئی ہیں تو اب وہ اگر ہم پر الزام لگا رہی ہیں تو میں اس کا جواب کیا دے سکتا ہوں۔ ایک فیشن بن گیا ہے، آپ امریکہ کو گالیاں بکتے ہیں لیکن حکومت کے خلاف جتنی بھی دلیلیں دیتے ہیں، وہ امریکہ کے ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں پر دیتے ہیں۔ یہ reports کہاں سے آتی ہیں؟ آپ نے سروے کیا ہے؟ آپ امریکہ کے خلاف بھی ہیں اور ان کے اداروں کی رپورٹس پر حوالے بھی دیتے ہیں کہ امریکہ یوں کہتا ہے۔ آپ ان کے خلاف بھی ہیں اور بات بھی انہی کی کرتے ہیں۔

میں تنازعہ میں نہیں جانا چاہتا۔ ایک ایک سوال کا جواب اگر میں دینا چاہوں، میں ایک سیاسی کارکن ہوں میں جانتا ہوں، جو general تقریریں ہوئی ہیں، میں جانتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اقتصادی اور معاشی بحران ہے، بالکل ہے لیکن اس میں role کیا ہے، اس میں آپ کا کیا role ہے۔ جن بحرانوں میں پاکستان مبتلا ہے، ان کا مقابلہ حکومت اکیلے نہیں کر سکی۔ ہم سب ملکر کر سکتے ہیں لیکن ہر issue پر اگر سیاست ہو گی، ہر issue پر اگر پارٹی مفادات کو دیکھا جائے گا تو پھر کبھی بھی یہ معاملات ٹھیک نہیں ہو سکیں گے۔ بد قسمتی سے یہاں وہی ہو رہا ہے۔

ہم نے بہت ساری چیزیں کی ہیں۔ وقت کی کمی ہے لیکن میں کہوں گا کہ ہم نے کی ہیں، یہ پوری فہرست ہے۔ جن جن چیزوں کو آپ نے بھی وقتاً فوقتاً کارنامہ قرار دیا ہے، وہ سب چیزیں میں بیان کر سکتا ہوں کہ اس حکومت نے کی ہیں۔ جو چیزیں نہیں کی ہیں، وہ کرنی چاہییں لیکن اگر آپ ہاتھ پاؤں باندھ کر صرف تنقید پر کھڑے ہو جائیں گے تو یہ بڑی زیادتی ہو گی۔ جیسے ڈار صاحب بات

کر رہے تھے، آپ نے رضا ربانی کی قیادت میں بات کی ہے، جس چیز پر آپ فخر محسوس کرتے ہیں، اس دور کا بھی تو تذکرہ کریں کہ یہ دور کس کا ہے۔ پروفیسر صاحب نے کہا کہ بادشاہ بھی powers چھوڑ دیتے ہیں، آصف صاحب نے چھوڑا تو کیا ہوا۔ وہ ٹکراؤ میں آکر چھوڑتے ہیں، اس بات کو بھی قبول کریں کہ یہاں ٹکراؤ نہیں ہوا بلکہ voluntarily ہوا ہے۔ آپ کی بھی فتح ہے تو کہیں ناں کہ نظام کی فتح ہے۔ پھر جو نظام چلا رہا ہے، اس کا کارنامہ ضرور تسلیم کیا جائے گا۔

میں سمجھتا ہوں ملکوں کو چلانے کے لیے کئی چیزیں ضروری ہیں۔ عوام کی زندگیوں میں آسانی پیدا کرنا بہت ضروری ہے لیکن پہلا اہم سوال جو اس ملک میں یا کسی بھی ملک میں ہوتا ہے، وہ اس کے نظام کا تحفظ اور استحکام ہوتا ہے۔ آج کل نظام جمہوریت ہے۔ پوری دنیا میں جمہوریت ہے۔ میں ایک سیاسی کارکن ہوں، میں کہتا ہوں کہ جمہوریت آج کا انقلاب ہے۔ جو جمہوریت کا استحکام چاہتا ہے اور اسے مضبوط کرتا ہے، وہ انقلابی جدوجہد کرتا ہے۔ کہنا پڑے گا کہ ہماری حکومت اور ہماری پارٹی نے اس نظام کو آگے بڑھانے کے لیے اقدامات کیے ہیں۔

جہاں تک دہشت گردی کی بات ہے، آپ نے کہا ایک بحران ہے۔ اب میں آپ سے تو نہیں کہتا، کسی سے بھی نہیں کہتا لیکن پورا پاکستان جانتا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف کون ایمانداری سے کھڑا ہوا ہے اور کون تذبذب کا شکار ہے۔ کس کا موقف کبھی یوں ہے اور کبھی یوں ہے۔ ہم نے تو واضح موقف اختیار کیا ہے اور ہم نے دہشت گردی کے خلاف بات کرنے اور عمل کرنے کی قیمت بھی ادا کی ہے۔ آپ الزامات تو لگاتے ہیں لیکن ایک بھی لفظ نہیں بولتے۔ یہاں قرارداد کی بات ہوئی، کمیشن کی بات ہوئی، میں سب باتوں کا جواب دینا جانتا ہوں، میں ایک سیاسی کارکن ہوں۔ اگر آپ معاملات کو متنازعہ بنا دیں گے تو وہ کیسے آگے بڑھیں گے۔ آپ ہر قومی معاملے پر سیاست کریں گے تو معاملہ کیسے آگے چلے گا۔ اس بحران میں تو آپ سب کو کھڑا ہونا چاہیے۔

پروفیسر صاحب کہہ رہے ہیں مینڈیٹ ختم ہوچکا ہے۔ آپ اکیلے کہیں گے کہ مینڈیٹ ختم ہوگیا ہے۔ میاں نواز شریف کی پارٹی جو کہتی ہے کہ ابھی الیکشن ہونا چاہیے تو وہ غلط کہہ رہی ہے۔ دراصل مینڈیٹ کے خاتمے کی بات اور وقت سے پہلے الیکشن کی بات وہ کرتے ہیں جن کو آمریت راس آتی ہے۔ جو جمہوریت میں قوت پکڑ ہی نہیں سکتے، جو کل بھی آمریت کے ساتھ تھے اور آج بھی آمریت کی راہیں دیکھ رہے ہیں۔ وہ آمریت کے راستے دیکھ رہے ہیں کہ کسی طرح بھی آئے اور ہمیں اقتدار ملے۔ کون تھا بھٹو صاحب کے قتل میں ضیاء الحق کا شریک ؟ کون سی جماعت تھی جس نے ضیاء الحق کو قوت بخشی ؟ وہ کون تھا جس نے ذوالفقار علی بھٹو کی سزا پر مٹھائیاں تقسیم کی تھیں ؟ وہ کون سی پارٹی تھی جو بھٹو صاحب کی پھانسی کے وقت، شہروں میں ان کی تصویروں کو رسیوں میں لٹکا کر دکھاتے تھے ؟ یہ جماعتیں تو آج بنی ہیں، 77ء میں کون سی جماعت تھی جس نے کراچی کے رستوں کو خون سے رنگین کر دیا تھا ؟ وہ کون لوگ تھے ؟ وہ آج بھی آمریت کی راہیں دیکھ رہے ہیں۔ میں سلام پیش کرتا ہوں، بے شک وہ ہم پر تنقید کریں، میں اس تنقید کو برا نہیں سمجھتا۔ وہ بے شک تنقید کریں لیکن جمہوریت کا استحکام تو چاہیں۔ جو جمہوریت کا استحکام نہیں چاہتے، اصل میں پاکستان کے دشمن وہ ہیں۔ ان کا کہیں نہ کہیں رشتہ ملتا ہے دہشت گردی سے۔ اتنے بڑے واقعات ہوئے، ان دہشت گردوں کے خلاف ایک لفظ نہیں کہا۔ پوری پریس کانفرنس یا حکومت کے خلاف کی گئی یا ملک کے اداروں کے خلاف کی گئی۔ ایک بھی لفظ ان لوگوں کے لیے نہیں کہا گیا جو ہزاروں لاکھوں لوگوں کے قاتل ہیں، جنہوں نے اس ملک کو تہس نہس کرکے رکھ دیا ہے۔ اس ملک کی بنیادوں کو جنہوں نے ہلا رکھا ہے، ایک بھی لفظ ان کے خلاف نہیں بولا جاتا۔ آپ ان کی بھی تو مذمت کریں۔ کیا وہ لوگ نہیں ہیں، ہمارے شہری کچھ نہیں ہیں ؟ وہ لوگ جو کارروائی میں چلے جائیں، وہی انسان ہیں ؟ اس ملک کے شہری کوئی حیثیت نہیں رکھتے ؟ اس ملک کے فوجی اور ان کی اولادیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں ؟ کبھی دو الفاظ اپنے لوگوں کے لیے بھی کہہ دیں۔ کبھی دو الفاظ ان لوگوں کے لیے بھی کہیں جو قربانیاں دے رہے ہیں اور جنگ کی حالت میں ہیں۔

میں تنقید کو بڑی خوشی سے لیتا ہوں جیسے میں کہتا ہوں کہ اسحاق ڈار صاحب سے ہم ہمیشہ سیکھتے ہیں۔ میں رضا صاحب کے لیے بھی کہتا ہوں کہ ان سے سیکھتے ہیں لیکن وہ تنقید کھلے دل سے ہونی چاہیے۔ ایک بات دل میں رکھ کر اصولوں اور حدیثوں میں لپیٹ کر، آپ ہم پر خود کش حملہ کریں گے تو ہم ان کا جواب دینا جانتے ہیں۔ بہت سارے لوگوں نے باتیں کی ہیں، میں نہیں چاہتا کہ ان چیزوں میں جائیں۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ یہ تنقید کرتے ہیں، پروفیسر صاحب کہہ رہے تھے کہ سالگرہ اور برسیوں پر بیانات دیتے ہیں۔ جناب! جلسہ عام کی تقاریر پر آپ یہاں نوٹس لیں گے؟ کوئی جلسہ عام میں تقریر کرے گا تو آپ یہاں تقریر کا جواب دیں گے؟ یہاں ایک ایوان کے لوگوں کو دوسرے ایوان میں بولنے نہیں دیا جاتا۔ آپ جلسہ عام کی تقاریر پر یہاں تبصرہ کرتے ہو، جتنا فنِ خطابت ہے یہاں دکھائیں گے، آپ یہاں بتائیں گے کہ برسیوں پر تقاریر کیوں ہوئیں؟ برسیوں پر تقاریر کیوں نہیں کریں گے؟ آپ کے مقدر میں کوئی ایسی شخصیت نہیں تو اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں۔ آپ کے نصیب میں کوئی ایسی شخصیت نہیں جس کی آپ سالگرہ منائیں اور پوری دنیا میں فخر سے سر اونچا کر سکیں۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم ذوالفقار علی بھٹو کے پیرو کار ہیں۔ ہمیں فخر ہے کہ بے نظیر بھٹو ہماری قائد ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم اس کی بات کرتے ہیں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولا بخش صاحب! تھوڑا خیال کریں وقت بھی کم ہے۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: میں آپ کے rules کی پابندی کرتا ہوں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: آپ مجھے کل کہتے رہے ہیں کہ آپ اس پر بات نہ کریں، یہ کیوں اس پر بات کر رہے ہیں؟

(جاری--------T12)

سینیٹر مشاہد اللہ خان: آپ نے کل جس طرح مجھے کہا تھا کہ اس پر بات نہ کریں، یہ کیوں اس پر بات کر رہے ہیں؟

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ اپنی بات کر رہے ہیں۔ آپ اس وقت کچھ جملے ایسے بھی کہہ گئے تھے۔ جی مولا بخش صاحب! آپ بات مکمل کریں، جمعے کی نماز کا وقت ہے۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو(وزیر قانون و انصاف): میں نے غلط بات نہیں کی ہے، آپ اس وقت غیر حاضر تھے، ڈار صاحب بیٹھے تھے، پروفیسر خورشید صاحب نے کہا ہے، آپ نے نہیں کہا اور نہ میں آپ کو جواب دے رہا ہوں۔ جب آپ یہاں تشریف نہیں رکھتے تھے تو پروفیسر خورشید صاحب نے سالگرہ اور برسی پر کی گئی تقریروں کا حوالہ دیا، میں ان کا جواب دے رہا ہوں، ڈار صاحب سن رہے تھے۔ کیوں جواب نہیں دوں گا۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ اس چیز پر بحث نہ کریں۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: میں آپ کے فیصلے کا پابند ہوں، میں خاموش ہو جاتا ہوں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ بیٹھ کر بات نہ کریں۔ چانڈیو صاحب! آپ مکمل کریں۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: میں نے اپنی تقریر میں کہیں بھی ایسا جملہ نہیں کہا جس پر اپوزیشن کو اعتراض ہو سکے۔ جس بارے میں یہ بات کرتے ہیں، وہ بات پروفیسر صاحب نے اس ایوان میں کی ہے اور میں اس کا جواب دے رہا ہوں۔ میں آپ سے یا کسی سے بھی براہ راست مخاطب نہیں ہو رہا ہوں، میں Chair سے مخاطب ہوں۔ آپ دیکھ لیں، ہمارے دوست اتنی خطرناک بات کرتے ہیں، ہم کبھی بھی بیچ میں نہیں بولتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ اپنی تقریر مکمل کریں۔

(مداخلت)

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: بہرحال میں اس بات کو یہاں چھوڑنا چاہتا ہوں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: قائد ایوان نے کل میری تقریر کو disturb کیا، یہ غلط کہہ رہے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: مشاہد اللہ صاحب! آپ بیٹھ جائیں، ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ نے entry دی، خواتین سینیٹرز کے ساتھ گپیں لگاتے رہے، میں دیکھتا رہا ہوں، میں نے کہا کہ آجائیں اور اپنی سیٹ پر بیٹھ جائیں، آپ وہاں پر create disturbance کررہے ہیں۔ جی چانڈیو صاحب۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: میں وہاں سلام کرنے گیا تھا۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: مشاہد اللہ صاحب! قائد ایوان کا بدلہ مجھ سے لے رہے ہیں تو بہت اچھا کررہے ہیں۔ میں یہیں بات ختم کرتا ہوں۔ میں نے پہلے ہی کہا کہ میں کوئی ایسی بات نہیں کررہا ہوں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ اپنی تقریر پوری کریں، وقت ختم ہورہا ہے۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: میں نے کہا ہے کہ میری جو باتیں تھیں، وہ میں نے کردی ہیں لیکن ان کی تقریریں، صدارتی خطاب کے ارد گرد گھوم رہی ہیں، انصاف خود کرلیں، میں ان کو نہیں کہتا ہوں۔ میں ابھی آپ سے مخاطب نہیں ہوں لیکن جنہوں نے کہا اور جنہیں میں سمجھتا ہوں، وہ اپنی تقریریں نکالیں، ان کی تقریریں کس پر تھیں، وہ پوری دنیا کو زیربحث لائیں، وہ لاسکتے ہیں، آپ ساری دنیا کی دلیلیں دے کر صدر پاکستان پر تنقید کرسکتے ہیں تو کیا میں جواب نہیں دے سکتا؟ میں ایوان میں کی گئی باتوں کا جواب دے رہا ہوں، میں باہر کی کوئی بات نہیں کررہا ہوں۔ بہرحال میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ اپوزیشن کی طرف سے تنقید کے روپ میں جو بہتر مشورے ہیں، ان کا notice لینا چاہیے، ان پر عملدرآمد ہونا چاہیے لیکن جو باتیں حقیقت سے انکار کرکے کی جاتی ہیں اور محض ایک شخصیت کے image کو خراب کرنے کی باتیں کی جاتی ہیں۔۔۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: میں تو کہتا ہوں کہ ڈار صاحب کی تقریر میں تضاد تھا، وہ پڑھتے بھی جارہے تھے کہ مستقبل کے لیے صدر نے یوں کہا ہے، صدر نے یوں کہا ہے، پھر اس کی بھی نفی کر رہے تھے۔ ماضی میں جتنے فیصلے ہوئے وہ باتیں نہیں بتائی گئیں، ان پر تنقید کی گئی ہے۔ میں نے مانا ہے کہ تنقید کے روپ میں جو تجویزیں دی گئی ہیں، ان پر عملدرآمد کرنا حکومت کا فرض ہے، اس کا notice لینا چاہیے۔ بہرحال میں آپ کا اور ان تمام دوستوں کا شکر گزار ہوں۔ پیپلز پارٹی نے اجتماعی طور پر جو کارنامے کیے ہیں، ان کا سہرا یقیناً پیپلز پارٹی کے سر ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہمارے جو بھی اجتماعی کارنامے ہیں، پارلیمنٹ میں موجود جتنی بھی سیاسی پارٹیاں ہیں، وہ سب کی سب شریک ہیں۔ جن کارناموں پر آپ فخر کر رہے ہیں، اس میں آپ بھی شریک ہیں لیکن یہ کہنا پڑے گا کہ اس حکومت کا قائد، اس قافلے کا سالار صدر زرداری صاحب ہیں اور آپ جتنی کامیابیاں پارلیمنٹ کی بتا رہے ہیں، وہ سب کی سب صدر زرداری صاحب کی کامیابیاں ہیں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں اور آپ مجھ سے یہی توقع رکھیں کہ میں آپ کی تقریر میں کبھی مداخلت نہیں کروں گا، آپ جتنی بھی شدید باتیں کریں گے، میں اپنی باری پر ان کا جواب دوں گا لیکن چونکہ آپ senior ہیں، صاحبِ علم ہیں، صاحبِ زبان ہیں تو میں آپ سے بھی یہی توقع کرتا ہوں کہ اپنے اس دوست کی تقریر میں مداخلت کم کیا کریں کیونکہ میں بھی آپ کے قافلے میں بڑا ہوا ہوں۔ میں بھی اسی انداز سے جواب دینا جانتا ہوں لیکن حکومت کی ذمہ داری ہے، حکومت میں ہوں، میں تحمل کا مظاہرہ کروں گا۔ آپ کی بڑی مہربانی ہے۔ کون motion of thanks move کرے گا؟ مولا بخش صاحب! آپ کریں گے؟ ٹھیک ہے میں خود ہی یہ formally motion put کر رہا ہوں:

> "This House expresses its deep gratitude to the President of Pakistan for his address to both the Houses assembled together on 22-03-2011"

(The motion was carried)

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ اسمٰعیل بلیدی صاحب! آپ privilege motion move کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! میں ایوان میں تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں کہ مورخہ 17-5-2011 کو UAE ابوظہبی اور دبئی میں پاکستان کے سفارتخانے میں سفیر اور جنرل کونسلر دبئی کو میں نے اطلاع دی کہ میں پاکستانیوں کے وفد کے ساتھ وہاں کا دورہ کرنے کے لیے آرہا ہوں تو ابوظہبی کے سفیر جمیل احمد خان نے اپنے .P.S کے ذریعے کہا کہ میں مصروف ہوں۔ میں نے

دوبارہ فون کر کے کہا کہ عوامی مسائل کے سلسلے میں آپ کا ہونا ضروری ہے۔ آپ کے پاس جو بھی وقت ہو گا اس میں آکر عوامی مشکلات آپ کے سامنے رکھ دوں گا لیکن انہوں نے خود فون بھی نہیں کیا اور ملنے سے بھی انکار کیا۔ میری معلومات کے مطابق وہ خود بھی اس وقت ایمبیسی میں موجود تھا لیکن لوگوں کا کہنا تھا کہ وہ کسی ممبر پارلیمنٹ سے نہیں ملتا۔ دبئی کے کونسلر جنرل سومرو کو میں نے فون کیا تو انہوں نے بھی ملنے سے انکار کیا۔ اس کے باوجود میں ایک وفد کے ساتھ ابوظہبی میں پاکستانی سفارتخانے میں گیا اور سفیر کے علاوہ دوسرے لوگ بھی موجود تھے۔ لوگوں نے جو بھی شکایات کیں تو سیکنڈ سفیر اور دوسرے متعلقہ لوگوں نے تسلیم کیا اور پاکستانی سفارتخانے سے متعلق پاکستانیوں کی بہت سی شکایات تھیں جو کہ انہوں نے بھی تسلیم کیں۔

پاکستان کے سفیر اور کونسلر جنرل کی اس حرکت سے میرا استحقاق مجروع ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ ان دونوں حضرات کے خلاف کارروائی کی جا سکے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وزیر قانون صاحب! آپ کو اس پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: جی نہیں۔

Mr. Acting Chairman: The motion is referred to the Privilege Committee.

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! ایک بہت ضروری point ہے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

سینیٹر کلثوم پروین: میری بھی ایک گزارش تھی جس کے لیے گزشتہ دو دنوں سے مجھے اجازت نہیں دی جا رہی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: لشکری صاحب! آپ کا بھی ایران والے دورے کا آیا ہے، اسے بھی refer کر دیا جائے۔

سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی: جی اس کو بھی refer کر دیں۔

Mr. Acting Chairman: The motion is referred to the Privilege Committee.

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: میرا ایک point of order ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ point of order کو چھوڑیں اور نماز کے لیے چلیں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: ٹھیک ہے جی پھر بیٹھ جائیں، نماز دوسری مسجد میں پڑھ لیجیے گا۔ Please take your seats.

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! اسلام آباد میں مختلف housing societies کام کر رہی ہیں جبکہ ان کے پاس زمین وغیرہ نہیں ہے، لوگوں کے بہت سارے پیسے پھنس گئے ہیں، ان میں بہت گھپلے ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ Federal Government Employees Housing Society, Ministry of Interior, CBR, Civilian, ICB, Green City, etc ان تمام housing societies کے معاملات کو اگر آپ Standing Committee on Cabinet Division کے پاس refer کر دیں تاکہ اس پر بات ہو سکے۔ آغاز حقوق بلوچستان کے بارے میں جو بھرتیاں ہو رہی ہیں، اس معاملے کو بھی اس سٹینڈنگ کمیٹی کو refer کر دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ آپ یہ معاملات in writing دے دیں، یہ معاملات متعلقہ کمیٹی کو refer کر دیے جائیں گے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب والا! سوالات کو بھی lapse نہ کیا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ تو کبھی lapse نہیں ہوتے ہیں، وہ understood ہے۔ جی جمال خان لغاری۔

(جاری------T13)

T13−24June2011 Ashraf/Ed.Javed Er.3 1250

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی جمال لغاری صاحب۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: شکریہ جناب چیئرمین صاحب، میں نے point of order پر بات نہیں کرنی تھی بلکہ آپ سے صرف ایک گزارش کرنی تھی۔ آج Delimitation of Constituencies میں amendment کے لیے ایک ایکٹ پیش کیا گیا

ہے جسے committee کو refer کر دیا گیا ہے۔ اس پر ہمارے کچھ تحفظات ہیں، میرے ساتھ دو تین اور ممبر ان بھی ہیں، انہوں نے بھی benches پر انہی تحفظات کا اظہار کیا ہے۔آپ سے گزارش ہے کہ kindly ہمارے ناموں کو آپ associate کر دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ نام بتاتے جائیں کون کونسے ہیں۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: جی ایک میں خود ہوں، سینیٹر جمال لغاری، دوسرے میرے ساتھ سینیٹر ہارون خان ہیں، تیسرے سینیٹر طارق عظیم،

جناب ڈپٹی چیئرمین: طارق عظیم available ہوں گے؟ ایسا نہ ہو کہ پھر UK سے پھر internet پر بات کریں یا ای میل کریں۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: نہیں sir, he just now confirmed, and Senator Naeem Hussain Chatha *Sahib.*

جناب ڈپٹی چیئرمین: چلیں جی، .you are allowed جی زاہد خان صاحب۔ اچھا زاہد خان petroleum minister رات میرا خیال ہے ایران چلے گئے ہیں۔President late night کے ساتھ ایران گئے ہوئے ہیں۔ President *Sahib*

سینیٹر محمد زاہد خان: دیکھیں جی، وہ کل تک ادھر موجود تھے۔ دو تاریخ کو ہمارا اجلاس شروع ہوا تھا اور دو تاریخ سے مسلسل میں دو چیزوں پر بات کر رہا ہوں، ایک پٹرولیم کے crisis پر اور دوسرا Water and Power کے Minister پر کہ آج کل لوڈشیڈنگ لوگوں کے لیے عذاب بنا ہوا ہے لیکن وہ اجلاس میں نہیں آرہے۔ اب مجھے بتائیں کہ تین تاریخ سے آج 25 تک بائیس دن ہاؤس چلا۔ دونوں میں سے کسی minister کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ ادھر آکر جواب دے دیں۔ آپ مہربانی کرکے ruling دے دیں کیونکہ یہ اس ہاؤس کی تذلیل ہے اور ایک minister تذلیل کر رہا ہے۔ پھر یہ حکومت کر کیا رہی ہے؟ یہ کیسے حکومت چلارہے ہیں۔ جب حکومت کی اپنی یہ صورت حال ہو تو پھر اداروں کو کون پوچھے گا۔ پھر اداروں میں جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اس جمہوری حکومت میں، جو اس پارلیمنٹ کے ووٹوں سے جو بنے ہیں اگر وہ ان چیزوں کا خیال نہیں رکھیں گے تو پھر کیا ہوگا؟ پھر یہ صورت حال ہو گی کہ جو اٹھے اور جو مرضی کہہ دے، جو مرضی ہاؤس کے بارے میں بات کردے یا پارلیمنٹ کے بارے میں جو مرضی کہہ دے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: زاہد خان صاحب، میں ایوان کو تھوڑا اعتماد میں لے لوں۔ اگلی جب advisory committee کی meeting ہو گی، میں بھی آپ کے ساتھ ہوں گا، چیئرمین صاحب بھی ہوں گے اور سارے party heads بھی ہوں گے۔ اس میں واضح کر دیں گے کہ اگر ministers concerned نہیں آئیں گے تو ہم اجلاس میں نہیں جائیں گے۔ یہ ہمیں واضح کرنا پڑے گا۔ اگر ministers نہیں آتے تو ہم سینیٹر بھی اپنی حاضری لگائیں گے اور واک آؤٹ کر کے چلے جائیں گے۔ اگر آپ نے اپنی عزت بحال کرنی ہے تو یہ کرنا پڑے گا۔ ایک طرف ہم ان پر تنقید کریں پھر درخواست ہاتھ میں ہو اور ان سے کام کروائیں تو پھر balance نہیں رہتا۔

سینیٹر محمد زاہد خان: Sir, یہ ruling ہے، یہ ruling ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ظفر علی شاہ صاحب please guide کریں۔ یہ ہے کہ advisory committee میں یہ طے کیا جائے گا کہ جو minister concerned اجلاس میں نہیں آئے گا اور جس کو Call Attention Notice دے دیا جائے گا تو اس دن بشمول میرے، میں بطور ڈپٹی چیئرمین کہہ رہا ہوں، ہم ممبران آئیں گے۔ We will get up, register and carry out a token walk out. اور اس کے علاوہ کوئی طریقہ ان کو سیدھا کرنے کا نہیں ہے، we have to do something, اٹھارھویں ترمیم کے بعد یہ لوگ آنے کے پابند ہیں۔ ٹھیک ہے امریکہ نے، کل President Obama نے اور کلنٹن کے remarks نے ہمیں تیل دے دیا ہے۔ اب یہ تیل لینے کے لیے ایران گئے ہیں کہ ادھر سے تو تیل مل گیا ہے ادھر سے اب تیل لے آئیں۔ اب یہ تیل لینے گئے ہیں۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: اور ہمیں، قوم کو تیل دے دیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ہاں، وہ جو مسئلہ ہوا ہے، کلثوم پروین صاحبہ .please

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین، میرا زاہد خان کو مشورہ ہے جناب کی وساطت سے جب تک وہ advisory committee کا اجلاس ہوتا ہے۔ یہ ایسی نالائق اور لاپرواہ حکومت کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: ابھی جاتے جاتے بھی یہ آگ لگا کر جا رہے ہیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: آپ جیسی opposition اس حکومت کو اگر نصیب ہو گی تو یہی کام ہو گا۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: آپ جیسے کاریگر double game کھیلنے والے اگر وہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں تو پھر حکومت ایسے ہی چلے گی، جیسے چل رہی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: پھر وہ کفیل بھائی یاد آتے ہیں، left arm googly bowler, right arm googly bowler, ابھی right arm کون بنتا ہے، left arm کون بنتا ہے۔ جی میڈم کلثوم صاحبہ۔ مولا بخش صاحب میڈم کلثوم کی طرف دھیان دیں وہ کچھ کہہ رہی ہیں۔

سینیٹر کلثوم پروین: میں دو تین دن سے بات کرنا چاہ رہی تھی کافی detail میں مگر افسوس کہ time نہیں ملا۔ ایک تو ہمارے colleague, honourable Haji Lashkari Raeesani Sahib اور ان کے ساتھ بلیدی صاحب جو ایران سے ہو کر آئے ہیں اور ان کی ایران میں achievement پر میں بحث بھی کرنا چاہتی تھی مگر انہوں نے تین بجے کمیٹی بلالی ہے تو میں انشاءاللہ اس میں اپنی بات کروں گی۔ اس کے لیے یہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں بھی concede کرتا ہوں، They should be congratulated. ان کے ساتھ وزارت پانی و بجلی نے تعاون ضرور کیا ہے لیکن معاملات طے انہوں نے کیے ہیں۔ تعاون انہوں نے کیا ہے، معاملات طے انہوں نے کیے ہیں۔ صفدر عباسی صاحب۔

سینیٹر کلثوم پروین: میں ایک اور بات کرنا چاہ رہی ہوں۔ میاں صاحب بیٹھے ہوئے ہیں یہ ان سے related ہے۔ اٹھارھویں ترمیم پر Implementation Committee کا کام تقریباً complete ہو گیا ہے۔ کل minorities کے حوالے سے ایک slide چل رہی تھی کہ minority ministry devolve کر کے صوبوں کو دے دی گئی ہے مگر متروکہ املاک federal کے پاس ہی رہے گی جبکہ یہ بات اٹھارھویں ترمیم کی روح کے منافی ہو گی کہ concurrent list میں دی گئی کچھ چیزوں کو یہاں رکھ لیں اور جو چیزیں ہم سمجھ رہے ہیں کہ وہ نہیں تھیں، وہ ہم صوبوں کو بھیج دیں۔ میاں رضا ربانی صاحب سے ہم نے ایک اور بھی request کی تھی اور انہوں نے اسی floor پر ہمیں ensure کیا تھا کہ جب آپ Health ministry کی devolution کریں تو پوری کمیٹی کو ایک دن ایک گھنٹے یا چند منٹ کے لیے سن لیں۔ سننے میں تو کوئی حرج والی بات نہیں تھی۔ ایک اور ہمارے ساتھ زیادتی کی گئی کہ ہماری

پارٹی میں سے کوئی بھی بندہ implementation committee میں نہیں رکھا گیا۔ اس سلسلے میں ہمارے بھی تحفظات ہیں مگر بہرحال اب یہ سلسلہ پورا ہو گیا ہے۔ اس سلسلے میں، میں یہ چاہ رہی تھی کہ اگر کچھ چیزیں رہ گئیں ہیں تو ان کو ٹھیک یا درست کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، کوئی کسی کی عزت کا سوال نہیں ہے۔ ان کا یہ کارنامہ ہے۔ ہم ان کو appreciate کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کے لیے دن رات محنت کی۔ یہ اس چیز کے لیے قابل تحسین ہیں مگر اگر کچھ چیزیں رہ گئیں ہیں تو ان کو درست کرنا بھی انہی کا کام ہے۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you, Senator Safdar Abbasi Sahib,

میڈم صغریٰ امام صاحبہ کو میں نے اس لیے chance نہیں دیا کہ وہ جو بات کرنا چاہتی تھیں وہ ستمبر کے اجلاس تک، دو مہینوں میں لوگ بھول جائیں گے جو آپ نے کہنا ہے۔ آپ کے thoughts بڑے serious تھے، میں چاہتا ہوں کہ آپ ان کو ستمبر میں take up کریں تاکہ continuity ہو۔ ورنہ بیچ میں وقفہ آجائے گا اور بچے بھی ہر چیز بھول جاتے ہیں۔ جی میڈم صغریٰ امام صاحبہ۔

Senator Syeda Sughra Imam: Mr. Chairman, I will take up the devolution issue in September as per your direction. I just wanted to request if you could kindly include my name in that.

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی بالکل، your name will also be included. We are all political people and I understand it is very important. جنہوں نے direct election لڑے ہوئے ہیں they understand these things very well. جی سینیٹر صفدر عباسی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: Sir, غالباً آج اجلاس بھی آپ prorogue کرنے والے ہیں اور ابھی وزراء میں سے کوئی بھی نہیں ہے لیکن میں آپ کی توجہ صرف اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ اسلام آباد اس وقت ایسی عجیب situation میں آگیا ہے کہ یہاں crime rate اتنا بڑھ چکا ہے، یہاں پر صورت حال اتنی گھمبیر ہو چکی ہے کہ یہاں پر car lifting, لوگوں کے گھروں میں گھسنا، لوگوں سے موبائل چھین لینا، اسلام آباد جو virtually ایک serene city تھا اب کسی بھی بڑے commercial city کراچی یا لاہور کی طرح ہو گیا ہے اور یہاں پر car lifting کا خاص طور پر problem اتنا زیادہ ہو گیا ہے حالانکہ یہ چھوٹا سا شہر ہے مگر یہاں پر ایک دن کے اندر پندرہ بیس گاڑیاں اٹھائی جاتی ہیں اور ہزاروں گاڑیاں اٹھائی جا چکی ہیں جن کا پتا ہی نہیں کہ وہ گاڑیاں گئیں کدھر۔ گزشتہ دو تین سال

کے اندر یہ trend بہت بڑھتا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔ اس ضمن میں صرف یہ بات ریکارڈ میں لانا چاہتا تھا۔ مجھے یقین ہے حکام اپنی جگہ پر کارروائی کر رہے ہوں گے لیکن صرف ریکارڈ کی خاطر میں سینیٹ کے floor پر یہ بات لانے کے لیے گزارش کرنا چاہ رہا تھا کہ ایک ایسی ہی گاڑی کل جناح سپر مارکیٹ سے اٹھائی گئی ہے جو میرے خاندان کے زیر استعمال تھی اور اس گاڑی کے اندر پاکستان پیپلز پارٹی کے تقریباً تمام پرانے اکابرین کسی نہ کسی حوالے سے محترمہ بے نظیر بھٹو کے ساتھ travel کر چکے ہیں۔ وہ گاڑی 1991 سے ہمارے زیر استعمال تھی، 1991, 92,93 کی اپوزیشن اور 97, 98, 99 کی اپوزیشن سب اس میں ہم نے دیکھی اور بہت سے دوستوں نے اس میں travel کیا ہے۔ اس گاڑی کے حوالے سے بڑی nostalgic قسم کی memories تھیں اور یہی گاڑی کل جناح سپر مارکیٹ سے اٹھائی گئی ہے۔ میں یہ چاہوں گا کہ اور میں particularly اس گاڑی کے حوالے سے بات نہیں کر رہا لیکن اس وقت اسلام آباد کے اندر crime rate کے حوالے سے صورت حال بڑی گھمبیر ہو چکی ہے۔ میں چاہوں گا کہ ہمارے Minister for Interior یا جو ہمارے نئے آئی جی صاحب آئے ہیں جن کی reputation کافی اچھی بھی ہے، کہ پولیس کے اکابرین اور Minister for Interior ان کو دیکھیں کہ اسلام آباد جیسا چھوٹا سا شہر جہاں دو national کی constituencies ہیں اور جہاں پر hardly آٹھ یا دس سیکٹر ہیں، اس کے اندر اگر ہم crime rate کو کنٹرول نہیں کر سکے تو پھر باقی ملک کے اندر کیا کریں گے۔ یہ صرف ریکارڈ کی طرف توجہ دلانے کے لیے میں نے عرض کی ہے، چانڈیو صاحب بیٹھے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ اس وقت اس پوزیشن میں ہوں گے کہ کوئی جواب دے سکیں لیکن میں چاہتا تھا car lifting کے حوالے سے اسلام آباد میں خصوصاً جو صورت حال پیدا ہو چکی ہے اس کو ذرا kindly check کیا جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولا بخش صاحب یہ نوٹ کر لیں .please یہ بھیجنا پڑے گا۔ جی میڈم ثریا امیر الدین۔ انہوں نے ہاتھ اٹھایا تھا۔

آگے-----T.14--

T14-24Jun-2011 Er-11 Time 1.00 Mahboob Khan/Ed.

سینیٹر ثریا امیر الدین: جناب چیئرمین، شکریہ۔ میں سب سے پہلے اپنے صوبے سے تعلق رکھنے والے حاجی لشکری رئیسانی صاحب جو ہمارے صوبے کے پیپلز پارٹی کے صدر بھی ہیں اور بادینی صاحب کو مبارکباد دینا چاہوں گی کہ ان دونوں نے اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا کہ اس دور میں جبکہ بلوچستان میں بجلی نہیں ہے اور ہمارے پھل خشک ہو رہے ہیں کیونکہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے اور ہمارے

ٹیوب ویل کام نہیں کر رہے تو اپنے خرچے پر جا کر ایران سے صرف Pence 7 میں بجلی لائے ہیں۔ میں ان کو بہت زیادہ مبارکباد دیتی ہوں اور سلام پیش کرتی ہوں کہ یہ دو میرے ساتھی، میرے بھائی اپنے خرچے پر ایران تک گئے اور وہاں سے کم داموں میں بجلی لے کر آئے ہیں اس لیے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ، میڈم سیمیں۔

سینیٹر سیمین صدیقی: جناب والا! میاں رضا ربانی صاحب چلے گئے ہیں۔ میں ان کا بہت احترام کرتی ہوں۔ میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ Implementation Commission کا کام تو یہ ہے کہ جو وزارتیں devolution کے تحت صوبوں کو جا رہی ہیں ان کی implementation دیکھیں۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ ان کے purview میں یہ بھی آتا ہے کہ distribution of assets and departments جیسا کہ Health Committee میں، میں Health Committee کی رکن ہوں اور میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ جیسے drug registration وغیرہ federal subject رہے گا اور باقی departments اور assets transfer ہو جائیں گے۔ جناب والا! میں نہیں سمجھتی کہ implementation Commission کے اختیار میں یہ بھی ہے کہ وہ distribution of assets and departments کا تعین بھی وہ کریں گے۔ میں نہیں سمجھتی کہ یہ اس طرح ہے۔ Concerned committees سے بھی اس میں discussion ہونی چاہیے اور ان کی بھی رائے لینی چاہیے۔ جب ہمارا next session ہو تو ہمیں بتایا جائے کہ Implementation Commission کے کیا اختیارات ہیں؟ Implementation Commission کا مطلب ہے کہ یہ جو devolution کا فیصلہ according to the 18th Amendment A کیا گیا ہے وہ بس اس کو watch کرے۔ اس سے آگے ان کا کام میری سمجھ میں نہیں آتا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: صحیح بات ہے۔ محبوب صاحب! Devolution Committee سے سینیٹ میں رپورٹ منگوا لیں so that we could put the copies before honourable Senators in the Committee.

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب والا! Delimitation Committee میں مجھے بھی شامل کر لیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اس میں آپ بھی جائیں۔ سینیٹ میں ہر پارٹی سے Delimitation Committee میں نمائندگی ضروری ہے۔ مشاہد اللہ صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر سعیدہ اقبال: مشاہد صاحب سے شعر سن لیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: سعیدہ اقبال صاحبہ کو پہلے روکیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: مشاہد صاحب! آپ میری طرف دیکھیں، خواتین کی طرف نہ دیکھیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ میں انہیں سلام کرنے گیا، انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ آخر اتنی ناراضگی نہ کریں۔ بات یہ ہے کہ کل میں نے انہیں جو بھی کہا تھا وہ میں نے واپس لے لیا حالانکہ وہ کوئی ایسی بات ہی نہیں ہے، نہ کوئی لغت میں، نہ کہیں پھر بھی میں ان کو سلام کرنے گیا۔ وہ چلی گئی ہیں۔

یہ ادائے بے نیازی تجھے بے وفا مبارک

مگر ایسی بے رخی کیا کہ سلام تک نہ پہنچے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ اپنے لیے کہیں، اپنی بے ادائی، بے اعتنائی پر۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: آپ نے شعر سنا ہی نہیں۔ میں پوری غزل سنا دیتا ہوں۔

غم عاشقی سے کہہ دو رہ عام تک نہ پہنچے

مجھے ڈر ہے یہ تہمت میرے نام تک نہ پہنچے

میں نظر سے پی رہا تھا کہ یہ دل نے بد دعا دی

تیرا ہاتھ زندگی بھر کہیں جام تک نہ پہنچے

نئی صبح پر نظر ہے مگر ہاں یہ بھی ڈر ہے

یہ سحر بھی رفتہ رفتہ کہیں شام تک نہ پہنچے

وہ نوائے مضمحل کیا نہ ہو جس میں دل کی دھڑکن

وہ صدائے اہل دل کیا جو عوام تک نہ پہنچے

یہ ادائے بے نیازی تجھے بے وفا مبارک

مگر ایسی بے رخی کیا کہ سلام تک نہ پہنچے

جناب قائم مقام چیئرمین: مشاہد اللہ صاحب! میرے خیال میں جام، آنکھ سے پینا، گھما پھرا کر آپ ادھر ہی پھرتے رہتے ہیں ۔ میڈم صغریٰ۔

Senator Syed Sughra Imam: Thank you Mr. Chairman. I just wanted to take up the subject of devolution that Semeen Siddiqui has also mentioned. I am not going to discuss it this afternoon but I wanted to request Mr. Chairman that because the Senate will not be in session till September.

Mr. Acting Chairman: Until and unless, it is requisitioned,

یا کوئی ایسا Amendment 20th کا معاملہ آگیا۔

Senator Syeda Sughra Imam: I wanted to propose that because the devolution process has raised questions and I think that next batch of ministries are going to be devolved as per schedule in this week. I would request that in July, either a committee nominated by yourself could meet with Raza Rabbani *Sahib* because I think that for no reason certain vested interests are opposing the devolution process un−necessarily, the constitutional process is underway and many of these issues need to be clarified appropriately so that a lot of

جو لوگوں کی reservations یا خدشات ہیں وہ دور ہوں because میں سمجھتی ہوں کہ یہاں پر جو بہت سی غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی ہیں

Those are un−necessary and if they are addressed at the appropriate time, because time is always critical and September may be too late, so for your consideration if there can be some sort of mechanism or if we have a session, Law Minister is present at the moment, Leader of the House is absent, because I keep hearing voices which are raising issues, which I think, Mian Raza Rabbani was here, he would address and he would clarify very

easily but in his absence a lot of issues do get raise, like they were raised yesterday and I think that they should be clarified either a committee can be nominated because the process of Implementation Commission was kept discreet. I think that now the time for transparency has come because what has been done is a rightful, constitutional approach, we have discovered the 1973 Constitution and now we have given the provinces their right. Why, this is being obstructed un−necessarily. I genuinely believe that a lot of questions have been raised by honourable members and they should be addressed so that these sort of versions don't seem emerging.

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولا بخش چانڈیو صاحب! اس چیز کا نوٹس لیں، اس کو continuate کریں اور معاملات کا حل نکالیں۔ حاجی لشکری صاحب۔

سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی: جناب والا! جو Constitutional Reforms Committee form ہوئی تھی اس میں تمام سیاسی جماعتوں کی نمائندگی تھی۔ اس میں فاٹا بھی تھا، آزاد لوگ بھی تھے اور اکثر سیاسی جماعتوں کا ایک منشور بھی رہا ہے کہ صوبوں کو اختیارات دیں گے۔ یقیناً اس پر سب نے متفقہ طور پر دستخط کیے مگر کچھ اعتراضات یقیناً اٹھ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر Implementation Committee کے چیئرمین کی طرف سے ہمیں ایک briefing دی جائے اور سینیٹ کے لیے ایک briefing رکھی جائے تاکہ ہم سب اس کو سمجھ سکیں۔ اگر کہیں کوئی غلط فہمی ہے یا اس میں کوئی کمی ہو تو اس پر ازسر نو discussion ہو تاکہ ہم ایک بہتر نتیجے پر پہنچ سکیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میڈم صغریٰ امام۔

سینیٹر سیدہ صغریٰ امام: جناب والا! جو کچھ حاجی صاحب کہہ رہے ہیں میں اس کی تائید کرتی ہوں۔ میں آپ سے یہی درخواست کرنا چاہ رہی تھی کہ آپ کوئی طریق کار طے کر لیں، کمیٹی کے دوران بریفنگ رکھ لیں یا کوئی special meeting رکھ لیں تاکہ یہ مسئلہ سڑکوں پر نہ آئے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: مولا بخش! آپ میٹنگ بلالیں۔ Parliamentary Affairs بھی آپ کے پاس ہیں اس لیے سینیٹ کے ممبران کو تو پہلے briefing دے دیں، update کرلیں کہ کہاں بات ٹھہری ہے، کون سے lacunas ہیں؟ رکاوٹیں کون سی ہیں۔ وضاحتیں ہو جائیں۔ اتنا بڑا کارنامہ ہوا۔ 1973 کے بعد اٹھارھویں ترمیم، ہم تو کہتے ہیں کہ صوبائی خودمختاری لازمی ہے اگر اس ملک کو چلانا ہے لیکن اس کی finish ہونی چاہیے۔ ایسے نہ ہو کہ liabilities صوبوں کو چلی جائیں اور assets اسلام آباد میں رہ جائیں۔ Assets کا بھی تعین ہونا چاہیے کہ اربوں روپوں کے جو اثاثے ہیں صوبوں کو بھی ان کا حصہ ملنا چاہیے۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: جناب والا! انہوں نے divisions بنائے ہیں، ابھی تک ایک division بنایا ہے ہمیں یہ پتا ہونا چاہیے کہ کون سا ادارہ کس ڈویژن کے تحت آرہا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اس کی وضاحت بھی آپ کو کرانی پڑے گی۔ یہ بھی وزیر قانون کا کام ہے۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب والا! حاجی لشکری صاحب نے جو بات کی ہے میں ان کی بات کی تائید کرتی ہوں۔ انہوں نے بالکل صحیح بات کی ہے۔ جناب والا! یہاں ڈاکٹر سعیدہ اقبال صاحبہ نے ہمارے ملازمین کے لیے بات کی تھی اور خاص کر Lady Service Center میں جو ہماری خواتین بیٹھتی ہیں، جہاں ہمارے افسران بیٹھتے ہیں، ہم لوگوں کے ساتھ ان کی سب سے زیادہ attachment ہوتی ہے اور جتنے دن اجلاس ہوتا ہے بلا تحقیق وہ اس ادارے کی خدمت کرتے ہیں، میں سمجھتی ہوں کہ ان کو بھی قومی اسمبلی کی طرح دو، دو honorarium دیے جائیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ معامل چیئرمین کو refer کررہے ہیں۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب والا! ہمارے قاری صاحب جو یہاں تلاوت فرماتے ہیں اور بلاشبہ ان کی تلاوت کی خوش الحانی سے انکار نہیں کیا جاسکتا، ان کو بھی honorarium کے لیے consider کیا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ CDA کے ملازم ہیں۔

سینیٹر کلثوم پروین: سی ڈی اے ان کو دے یا جو بھی دے بہرحال ان کی خدمت اس پارلیمنٹ کا ایک حصہ ہیں اور ان کی تلاوت سے اجلاس شروع ہوتا ہے اور ختم بھی ہوتا ہے۔ ایک SRO کے متعلق بھی میری درخواست ہے کہ ہوتا یہ ہے کہ SRO رات دو

بجے نکل جاتا ہے اور اس پر implementation صبح ہی ہو جاتی ہے جو لوگ اپنی shipment منگواتے ہیں، مال منگواتے ہیں، وہ پہلے سے booking کیا ہوتا ہے، اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ کم از کم---

T15-24JUN2011 FAZAL\MOHSIN 01:10 UR7

سینیٹر کلثوم پروین جاری ہے-------- میری گزارش یہ ہے کہ کم از کم 30 or 40 days کا درمیان میں time دیا جائے، اس سے لوگوں کو لاکھوں اور کروڑوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ منسٹری آف کامرس کو یہ refer کیا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: مولا بخش صاحب! یہ refer کریں۔ آپ بھی ذرا take up کریں۔ کامرس کمیٹی کو یہ معاملہ refer کر دیتے ہیں۔ جی زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اٹھارھویں ترمیم پر یہاں بات ہو رہی ہے اور Implementation Committee کی بات بھی کی جا رہی ہے۔ جو ممبرز یہاں سے بات کرتے ہیں وہ سارے حکومتی بینچوں کے ہیں۔ یہاں پر بات کرنے سے بہتر ہے کہ آپ Prime Minister *Sahib* سے بات کریں کیونکہ Implementation Committee کا کام کل ختم ہوا اور وہ معاملہ اب Cabinet میں چلا گیا ہے۔ جن لوگوں نے یہاں پر بات کی ہے وہ سب حکومتی بینچوں کے ہیں اور کوئی ان میں اپوزیشن کا نہیں ہے کہ وہاں پر ان کی رسائی نہیں ہے یا کوئی بات نہیں کر سکتا ہے۔ میرے خیال میں ایک چیز کو ہم کیوں متنازعہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جناب! بہتر یہی ہے کہ ہمارے معزز رکن جو حکومتی بینچوں پر ہیں وہ Prime Minister *Sahib* سے بات کیا کریں۔ ظاہر ہے کہ جو چیز رہ جاتی ہے تو اس کے لئے کوئی mechanism کمیٹی نہیں بنائے گی وہ Cabinet, Government and Prime Minister بنائیں گے۔ ان کو آپ بتا دیں کہ وہ اس طریقے سے بنا لیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: مندوخیل صاحب۔ مولا بخش صاحب! آپ کے ذمے کام لگے گا کیونکہ Parliamentary Affairs بھی آپ کے پاس ہے اور Treasury benches کا point of view بھی آپ نے convey کرنا ہے۔ جی مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! یہی بات ہے اور میں نے کل بھی یہ بات عرض کی تھی۔ جناب والا! اٹھارھویں ترمیم Constitution کا حصہ ہے، Constitution کو reform کرکے۔۔۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: بات مکمل کر دیں۔ تھوڑا سن لیں۔ بات کرنے دیں۔ آپ بول لیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین! یہ جو کچھ ہے ان کے لئے Implementation Commission ہے۔ اگر اس میں کچھ بات ہو تو آئین میں اس کے لئے ترمیم ہو سکتی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ آپ یہاں پر ایک موشن پر یا point of order پر بول لیں اور point of order پر ایک کمیٹی بنی اور وہ کمیٹی Implementation Commission میں ختم ہو گئی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، وہ نہیں ہو رہا ہے۔ یہ غلط آپ سمجھ رہے ہیں۔ وہ کمیٹی اس کے ساتھ بیٹھ کر coordinate کرے گی کہ آپ ہمیں progress دے دیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: کسی کمیٹی کو یہ آئینی اختیار نہیں ہے۔ یہاں آئینی اختیار یہ لوگ اپنے آپ کو دلوا رہے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: مندوخیل صاحب! آئینی اختیار نہیں ہے۔ ہمارے جو سینیٹرز کے points of view ہیں ان کے ساتھ coordinate کرنا ہے کہ ہمیں progress دیں کہ کیا ہوا ہے؟

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: وہ صحیح ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، میڈم صغریٰ صاحبہ۔

سینیٹر سیدہ صغریٰ امام: چیئرمین صاحب! آپ کی اجازت سے میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں۔ ہمارے colleagues ہیں مندوخیل صاحب اور زاہد خان صاحب، میں صرف ایک وضاحت کرنا چاہوں گی کہ ہم یہ قطعاً نہیں کہہ رہے ہیں کہ Implementation

Commission یا اٹھارھویں ترمیم میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو یا کسی کے مسائل پیدا ہوں بلکہ میں یہ چاہ رہی ہوں کہ جو سلسلہ ہے اور جواب عمل درآمد ہونے جارہا ہے اور ہو جائے گا تو اس کے بعد آپ کی devolution تو 30 جون کو مکمل ہو جائے گی۔ اس کے بعد میری صرف یہ تجویز تھی کہ جولائی میں یا اگست میں جب یہ معاملہ مکمل ہو جائے گا یا یہ مکمل طے پا جائے گا تو اس کے بعد یہ جو باقی آوازیں اٹھ رہی ہے۔ زاہد خان صاحب نے کہا کہ Treasury والے اٹھا رہے ہیں۔ ہم نہیں اٹھا رہے ہیں۔ کل جو آوازیں اٹھی ہیں یہ اپوزیشن بینچوں سے اٹھی ہیں۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ جب ایک معاملہ یا ایک process جاری ہے تو ہم یہ چاہ رہے ہیں کہ

it should be done in a way to support the process rather than raising questions or raising reservations, this is to address those reservations.

جناب قائم مقام چیئرمین: بحث میں تو نہ پڑیں۔ آپ لوگوں کے پاس تو بہت وقت ہے۔ ابھی ہم کریں کیا؟

سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی: جناب چیئرمین! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ایوان کا حق ہے کہ ہم سمجھ لیں کہ کیا پیش رفت ہوئی ہے۔ ویسے مبہم چیزیں ہوں تو پھر ان پر نکتہ چینی ہوتی رہتی ہے۔ ان کو سمجھنے کے لئے میں نے کہا ہے۔ یہ ایوان کا حق ہے کہ جو کارنامہ اس ایوان نے ادا کیا ہے اس پر کتنی پیش رفت ہوئی ہے؟

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب! آپ اس پر ruling دیں۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میں نے وہ refer کر دیا ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: Cabinet Division کی کمیٹی میں بھیج دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، اس کو کمیٹی میں refer کر دیا ہے۔ عظیم طارق صاحب! جاتے جاتے آپ نے بھی میری طرح قضا نماز پڑھنی ہے۔

Senator Tariq Azim Khan: Sir, I would like to, perhaps, comment upon the mood of the honourable Senators. It is very unfortunate, but we are not trying to deliberately obstruct the system or process.

کیونکہ یہ غلط بات ہو گی۔

Sir, what we are trying to say is that there have been certain things which we have been doing in a hurried way. All we wanted to do is to make sure that the process is transparent and it is helped by us...

Mr. Acting Chairman: But everybody is saying the same thing.

سینیٹر طارق عظیم خان: لشکری صاحب نے بالکل ٹھیک بات کی ہے کہ ہم جب تک خود properly understand نہیں کریں گے تو اس کو implement کیسے کریں گے؟ اس میں کسی قسم کے obstruction کی بات نہیں ہو رہی ہے۔ We want to help and facilitate. We want to help in the process and nobody is saying that it should not be... جو devolution کی بات ہو رہی ہے we will like to help in the process.

Mr. Acting Chairman: Thank you.

وہ Commerce کو refer کر دیا ہے۔

I will now read out the prorogation order received from the President.

"In exercise of the powers conferred by Clause (1) of Article 54 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I do hereby prorogue the Senate Session on the conclusion of its business on 24th June, 2011".

Sd/
(Asif Ali Zardari)
President,
Islamic Republic of Pakistan

[The House was then prorogued since die]